جلد 27 شمارہ 9 ماہ ستمبر 2025ء ربیع الاول 1447ھ

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا

صداقت

اللہ

محبت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

ہے عرش بھی نیچا جو ہو پرواز مسلسل

ماہنامہ

فلاحِ آدمیت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا تعارف اور اغراض ومقاصد

- سلسلہ عالیہ توحیدیہ ایک روحانی تحریک ہے جس کا مقصد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق خالص توحید، اتباع رسول، کثرت ذکر مکارم اخلاق اور خدمت خلق پر مشتمل حقیقی اسلامی تصوف کی تعلیم کو فروغ دینا ہے۔
- کشف وکرامات کی بجائے اللہ تعالیٰ کے قرب وعرفان اور اس کی رضا ولقاء کے حصول کو مقصود حیات بنانے کا ذوق بیدار کرنا ہے۔
- حضور ﷺ کے اصحاب کی پیروی میں تمام فرائض منصبی اور حقوق العباد ادا کرتے ہوئے روحانی کمالات حاصل کرنے کے طریقہ کی ترویج ہے۔
- موجودہ زمانے کی مشغول زندگی کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے نہایت مختصر اور سہل العمل اوراد واذکار کی تلقین۔
- غصہ اور نفرت، حسد وبغض، تجسّس وغیبت اور ہوا وہوس جیسی برائیوں کو ترک کر کے قطع ماسواء اللہ، تسلیم ورضا عالمگیر محبّت اور صداقت اختیار کرنے کو ریاضت اور مجاہدے کی بنیاد بنانا ہے۔
- فرقہ واریت، مسلکی اختلافات اور لا حاصل بحثوں سے نجات دلانا۔ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی اہمیت کا احساس پیدا کر کے اپنی ذات، اہل وعیال اور احباب کی اصلاح کی فکر بیدار کرنا ہے۔
- اللہ تعالیٰ کی رضا اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی اور ملت اسلامیہ کی بہتری کی نیت سے دعوت الی اللہ اور اصلاح وخدمت کے کام کو آگے بڑھانا اپنے مسلمان بھائیوں کے دلوں میں قلبی فیض کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی محبّت بیدار کرنا اور روحانی توجہ سے ان کے اخلاق کی اصلاح کرنا ہے۔

ماہنامہ

فلاحِ آدمیت

گوجرانوالہ

عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح و فلاح کا علمبردار

بیاد
خواجہ عبدالحکیم انصاری رح
بانی سلسلہ

محمد صدیق ڈار رح
بانی مجلّہ فلاح آدمیت

نگران وسرپرست اعلیٰ: جناب محمد یعقوب توحیدی
شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ
0344-9000042

مجلس ادارت

مدیر: سید محمد عبداللہ بخاری 0301-7705388

معاون مدیر: شہزاد محمود بخاری 0301-7430525

نائب مدیر: سید رحمت اللہ شاہ 0333-4552212

شفیق احمد، وحید احمد، پیر خان
حافظ محمد یٰسین، عبدالقیوم ہاشمی
خالد محمود بخاری
ماجد محمود توحیدی

ترسیل: فهد محمود ، محمد ریاض

شیخ سلسلہ و مدیر سے رابطہ

مرکز تعمیر ملت (ڈاکخانہ سیکنڈری بورڈ) وحید کالونی کوٹ شاہاں گوجرانوالہ

info@tauheediyah.com :ای میل Ph: 055-3411030

Website www.tauheediyah.com

پبلشر عامر رشید انصاری نے معراج دین پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

قیمت شمارہ -/30 روپے

سالانہ فنڈ -/300 روپے

اس شمارے میں

مضمون	مصنف	صفحہ نمبر
دل کی بات	ادارہ	2
پیام قرآن وحدیث	ادارہ	4
ندائے عارف	ماجد محمود توحیدی	6
بیاداماں جیؒ	سید رحمت اللہ شاہ	14
سائنس اور قریب الموت تجربات	کرس کارٹر	20
عنوان مسلمانی	امام غزالیؒ	35
حجۃ اللہ البالغہ	شاہ ولی اللہ	41
گلستان سعدی	شیخ سعدیؒ	50
عظمت مصطفیٰ ﷺ کا ظہورِ کامل، کب اور کیسے	ڈاکٹر اسرار احمدؒ	57

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا

صداقت — اللہ — محبت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

ہے عرش بھی نیچا جو ہو پرواز مسلسل

اللہ تبارک وتعالیٰ کے قرب ورضا کی خاطر،
تزکیہ نفس، تزکیہ قلب اور ولولہ تازہ کے حصول کے لیے اجتماع
کی ذکر انگیز مجالس میں اہتمام کے ساتھ شرکت فرما کر انوار و برکات سے مستفیض ہوں۔

آپکو شرکت کی پرخلوص دعوت ہے

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

کا اصلاحی وتربیتی، روح پرور، عظیم

سالانہ اجتماع

17-18 اکتوبر 2025ء

بروز جمعۃ المبارک، ہفتہ کو منعقد ہوگا

مرکز تعمیر ملت وحید کالونی، کوٹ شاہاں گوجرانوالہ

0303-0466321, 03246075313, 0300-7374750

دل کی بات

ہم مریدینِ سلسلہ کی غالب اکثریت یہ سمجھتی ہے کہ ہم سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی تعلیمات کو بخوبی سمجھ کران پرعمل پیرا ہیں۔ممکن ہے کہ ہمارے کئی بھائی حقیقتاً ان تعلیمات کواچھی طرح سمجھتے بھی ہوں،لیکن شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ،قبلہ باباجان محمد یعقوب خان صاحب کی صحبت، جو ہمیں ہفتہ وار آن لائن محفل کی صورت میسر ہے، میں بارہا ایسے مواقع آتے ہیں جب یہ احساس شدت سے غالب ہوتا ہے کہ ہم توحیدی تعلیمات کو سمجھنے اور اپنانے میں کہیں نہ کہیں کوتاہی کر جاتے ہیں۔ ہر محفل میں ایسی کئی باتیں سامنے آتی ہیں جنہیں سن کر احساس ہوتا ہے کہ یہی وہ پہلو ہے جہاں ہماری کمی باقی ہے۔ان باتوں کی نشاندہی کے ساتھ ساتھ ان پر عمل کی ایک نئی تحریک بھی دل کے اندر جاگ اٹھتی ہے،اور ہر لحظہ توحیدی تعلیمات کی انفرادیت نمایاں تر ہوتی ہے۔

بلا مبالغہ، قبلہ باباجان کی طرف سے اس آن لائن محفل کے انعقاد نے ایک جاندار توحیدی کلچر کو تقویت بخشی ہے، جس کی شاید ہم سب مریدین کو اشد ضرورت ہے۔یہ محفل صرف الفاظ وبیان تک محدود نہیں ، بلکہ بعض اوقات ایسی باتیں جو بظاہر عام اور سادہ لگتی ہیں، بعد میں دل و دماغ میں ایسی روشنی پیدا کر دیتی ہیں جو بیان سے باہر ہے۔ جو نکات ہمیں لگتا ہے کہ ہم پہلے ہی بخوبی سمجھ چکے ہیں اوران پر قائم بھی ہیں، انہی نکات کی اتنی بامعنی اور پر مغز وضاحت سامنے آتی ہے کہ ہماری سوچ مزید نکھر جاتی ہے اور استقامت اور بھی گہری ہو جاتی ہے۔

بانی سلسلہ کی کتب کے مطالعہ پر ہمیشہ زور دیا جاتا ہے۔ان کتب کو بار بار پڑھنے، حلقہ جات میں میل جول بڑھانے اور مریدین کے باہمی تعلقات مضبوط کرنے پر توجہ دلائی جاتی ہے۔ کئی بھائی ان باتوں پر عمل کر کے ان کے ثمرات سے فیضیاب بھی ہوتے ہیں۔ان سب کا مقصد

ایک ایسا ماحول پیدا کرتا ہے جہاں فکری بالیدگی کے ساتھ عملی میدان میں استقامت بھی نصیب ہو۔ لیکن اگر حقیقتاً دیکھا جائے تو یہ ہفتہ وار آن لائن محفل سب سے زیادہ سودمند دکھائی دیتی ہے۔ کتب پڑھتے ہوئے بسا اوقات ہم ورق گردانی کرتے ہوئے یہ گمان کر لیتے ہیں کہ ان باتوں سے ہم واقف ہیں، اور مقامی ملاقاتوں میں ایک دوسرے کے تجربات سے کچھ نہ کچھ سیکھ کر آگے بڑھ جاتے ہیں۔مگر جو بات باباجان کی مجلس میں موضوعِ گفتگو بنتی ہے، اس کے ساتھ زبان وبیان کے علاوہ جو روحانی فیض شامل ہوتا ہے، وہ اکثیر کی مانند ہے، اور یہی فیض ہم سب مریدینِ سلسلہ کے لیے راہِ سلوک میں سب سے زیادہ مطلوب ہے۔

بہت سی باتوں میں سے صرف ایک بات کا بیان یہاں مناسب ہے۔ہم مریدین سلسلہ میں ذکر اذکار بالخصوص ذکر نفی اثبات کرنے والوں کی تعداد وافر ہے۔ایسے ہمارے بہت سے بھائی ہیں جنھیں اللہ کے فضل وعنایت سے اس پر استقامت میسر آئی ہے لیکن راہ سلوک میں ذکر اذکار صرف ایک شعبہ ہیں جس کے اجزاء میں ذکر نفی اثبات و ذکر پاس انفاس ایک جزو ہیں۔ اس میں بھی پاس انفاس اصل ذکر ہے جس میں ہم سب کو خاص توجہ کی ضرورت ہے۔نماز فرض، نماز نوافل اور تلاوت قرآن پاک بھی ذکر اذکار کا حصہ ہیں۔یہ سب بحیثیت مجموعی ذکر اذکار کا شعبہ ہیں علاوہ ازیں سلوک کے لئے مبادیات میں بنیادی آداب، مجاہدہ اور تزکیہ اخلاق مکمل شعبہ جات ہیں جن میں کمی کوتاہی ہماری کامیابی میں رکاوٹ ہے۔صرف ذکر اذکار پر توجہ رکھنا اور اخلاق ومعاملات جیسی دیگر باتوں سے صرف نظر سلسلہ توحیدیہ کی تعلیمات کی رو سے ہمیں کسی طرح کامیابی سے ہمکنار نہیں کرسکتا۔یہی وہ فکر ہے جو قبلہ باباجان ہم سب شرکاء پر اکثر واضح فرماتے ہیں اور عمل کی نئی نئی راہیں اور طریقے سکھاتے ہیں۔آن لائن محفل میں شریک سب مریدین سلسلہ اپنے اندر عمل کی ایک زندہ تحریک پاتے ہیں۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان باتوں کو سمجھنے کی اور ان سے بہترین استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

والسلام

سید رحمت اللہ شاہ

پیامِ قرآن

وَشَاوِرْهُمْ فِی الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ ۔ (سورۃ آل عمران ۳: آیت ۱۵۹)

اور دین کے کام میں ان کو بھی شریک مشورہ رکھو، پھر جب تمہارا عزم کسی رائے پر مستحکم ہو جائے تو اللہ پر بھروسہ کرو، اللہ کو وہ لوگ پسند ہیں جو اس کے بھروسہ پر کام کرتے ہیں۔

الَّذِينَ يَبْخَلُونَ وَيَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُونَ مَا آتَاهُمُ اللّٰهُ مِن فَضْلِهِ وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَاباً مُّهِيناً ۔ (سورۃ النساء ۴: آیت ۳۷)

ایسے لوگ بھی اللہ کو پسند نہیں ہیں جو کنجوسی کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی کنجوسی کی ہدایت کرتے ہیں، اور جو کچھ اللہ نے اپنے فضل سے انہیں دیا ہے اسے چھپاتے ہیں۔ ایسے کافر نعمت لوگوں کے لئے ہم نے رسوا کن عذاب مہیا کر رکھا ہے۔

وَالَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ رِئَاءَ النَّاسِ وَلاَ يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَلاَ بِالْيَوْمِ الآخِرِ وَمَن يَكُنِ الشَّيْطَانُ لَهُ قَرِيناً فَسَاءَ قِرِيناً ۔ (سورۃ النساء ۴: آیت ۳۸)

اور وہ لوگ بھی اللہ کو ناپسند ہیں جو اپنے مال محض لوگوں کو دکھانے کے لئے خرچ کرتے ہیں اور در حقیقت نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں، نہ روز آخر پر۔ سچ یہ ہے کہ شیطان جس کا رفیق ہوا اسے بہت ہی بری رفاقت میسر آئی۔

فرمانِ نبوی ﷺ

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ابو بکرؓ ان کے یہاں (منا کے دنوں میں) تشریف لائے ،اس وقت گھر میں دولڑکیاں دف بجارہی تھیں اور بعاث کی لڑائی کی نظمیں گا رہی تھیں۔ نبی کریم ﷺ چہرہ مبارک پر کپڑا ڈالے ہوئے تشریف فرما تھے۔ابو بکرؓ نے ان دونوں کو ڈانٹا۔اس پر آپ ﷺ نے چہرہ مبارک سے کپڑا ہٹا کر فرمایا کہ ابو بکر جانے بھی دو، یہ عید کے دن ہیں (اور وہ بھی منا میں)۔ (کتاب العیدین،صحیح بخاری)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ میں نے (ایک دفعہ) نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے مجھے چھپا رکھا تھا اور میں حبشہ کے لوگوں کو دیکھ رہی تھی جو مسجد میں تیروں سے کھیل رہے تھے۔حضرت عمرؓ نے انہیں ڈانٹا لیکن نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جانے دو اور ان سے فرمایا:اے بنوارفدہ!تم بے فکر ہو کر کھیل دکھاؤ۔ (کتاب الوتر،صحیح بخاری)

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ جب کبھی حضرت عمرؓ کے زمانہ میں قحط پڑتا تو عمرؓ حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ کے وسیلہ سے دعا کرتے اور فرماتے کہ اے اللہ! پہلے ہم تیرے پاس اپنے نبی ﷺ کا وسیلہ لایا کرتے تھے تو تو پانی برساتا تھا۔اب ہم اپنے نبی کریم ﷺ کے چچا کا وسیلہ بناتے ہیں تو تو ہم پر پانی برسا۔انسؓ نے کہا کہ چنانچہ بارش خوب ہی برستی۔ (کتاب الاستقاء،صحیح بخاری)

ندائے عارف

(فرمودات شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ محمد یعقوب صاحب توحیدی مدظلہٗ)

(ماجد محمود توحیدی)

☆ اللہ کے ذکر کی بات ہوئی تو فرمایا:

یہ تو لازم ملزوم چیزیں ہیں۔ جہاں اللہ والے پہنچیں گے وہاں اللہ کا ذکر ہوگا۔ اسی لئے کہتے ہیں کہ دو بھائی جہاں موقع ملے ایک دوسرے سے مل لیا کرو۔ جب اور جونہی ایک دوسرے کے سامنے آؤ گے اللہ میاں یاد آ جائے گا، تیسرا وہ ہوگا۔ وہ کہتا ہے کہ جب دو بھائی بیٹھے ہوتے ہو تو تیسرا میں ساتھ ہوتا ہوں۔ جب تین ہوتے ہو تو چوتھا میں ہوتا ہوں۔ یہ اسی لئے ہوتا ہے کہ آپ کے دلوں میں بس ایک ہی اللہ کا نام چل رہا ہوتا ہے۔ جب آپس میں آپ ملتے ہیں تو اللہ میاں خودبخود موجود ہوتا ہے۔ اسی لئے کہتے ہیں کہ ایک دوسرے سے ملا جلا کرو۔ خوب شوق سے ملا کرو۔ پیار سے ملا کرو۔ اس سے اور دُگنا تگنا فائدہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ بڑا مہربان ہے۔ جب دو بھائیوں کو آپس میں پیار کرتا دیکھتا ہے تو وہ خود پیار کرنا شروع کر دیتا ہے۔ سبحان اللہ۔

یہ نغمہ فصل گل و لالہ کا نہیں پابند
بہار ہو کہ خزاں لا الہ الا اللہ

یہ موسم ہمارے اندر ہوتے ہیں، باہر نہیں ہوتے۔ اندر کا موسم ٹھیک رکھو، باہر کے موسم خود ٹھیک ہو جائیں گے۔ اندر کا موسم صحیح ہونا چاہئے۔ ہر وقت تند و تیز ہونا چاہئے۔

خدا تجھے کسی طوفان سے آشنا کر دے

کہ تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں

اضطراب پیدا کرو موجوں میں پھر کام بنے گا۔

مرشد کا کام ہے شعلہ لگا دینا۔ یہ شعلہ بھڑکانا آپ نے ہے۔ وہ عمل کرو گے تو شعلہ بھڑکے گا۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی

ہم نے جو کرنا تھا کر لیا ہے۔ ہم آپ کا جو پیچھا کر رہے ہیں یہ بھی بڑا ہے۔ لیکن اُدھر سے بھی کمی نہیں ہے۔ آپ دیکھیں ناں کہ تالی ایک ہاتھ سے نہیں بجتی۔ یہ یاد رکھیں۔ تالی دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے۔ آپ یاد کر کے تو دیکھیں ناں۔ تنکہ لگائیں آپ بھی آگے آپ کو جواب نہ ملے تو پھر بات کرنا۔

اللہ تعالٰی سے مدد مانگو۔ اس نے ہمیں طریقہ سکھایا ہے۔

وَاستَعِينُوا بِالصَّبرِ وَالصَّلَاةِ

مجھ سے مدد مانگو، نماز اور صبر کے ساتھ۔ برداشت کے ساتھ، مجھ سے مدد مانگو۔ اللہ سے مدد مانگو اور عمل خود کرو۔ عمل کرو گے تو مانگنے سے بھی سب کچھ ملے گا اور رابطہ بھی تیز سے تیز تر ہوتا جائے گا ان شاء اللہ۔ یہ انصاری کا حلقہ ہے یہاں اللہ کے فضل سے کسی چیز کی کمی نہیں ہے۔ سب Fit ہیں۔ اللہ کے فضل سے سب بھائی Fit ہیں۔

☆ سوال کیا گیا کہ اللہ کی صفات کیسے کام کرتی ہیں؟ اس پر بات کرتے ہوئے فرمایا: اللہ محدود تو نہیں ہے ناں۔ وہ لامحدود ہے۔ وہ بیک وقت بہت سارے آدمیوں

کے ساتھ بات بھی کرتا ہے، بہت سارے آدمیوں سے متعلق فیصلے بھی کرتا ہے۔اس میں ہر صفت کام کرتی رہتی ہے۔کوئی Particular صفت کیسے کام کرتی ہے یہ مجھے تو نہیں پتا لیکن یہ جو ہر آدمی کے ساتھ اس کے وقت اور حالات کے مطابق عمل ہو رہا ہے یہ اللہ تعالیٰ کی صفات ہی ہیں جو کام کرتی ہیں۔کوئی بیمار ہوتا ہے، کوئی تندرست ہوتا ہے، کسی کی شادی ہوتی ہے۔ کسی کی غمی اور کسی کی خوشی ہوتی ہے۔یہ ساری اللہ تعالیٰ کی صفات ہی ہیں جو کام کرتی ہیں۔

☆ دعا کی بات چلی تو آپ نے فرمایا:

یہ اللہ کے سامنے عاجزی کا اظہار ہے جس سے اللہ میاں بہت خوش ہوتا ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ کسی کے روزی رزق میں برکت نہ ہو تو وہ استغفار کثرت سے پڑھے اور باوضو رہا کرے۔یہ اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی کا اظہار ہے اور عاجزی اللہ میاں کو بہت پسند ہے۔جو بھی عاجزی کے ساتھ اللہ کو یاد کرے گا، اللہ میاں اس کی عاجزی کو قبول کرے گا اور اس کی عبادت بھی اسی طرح قبول ہوگی۔

☆ سوال کیا گیا کہ قبلہ انصاری صاحبؒ نے حج کیوں نہیں کیا تھا؟اس کے جواب میں فرمایا:

جب مدینہ کی بات ہوتی تھی تو فرماتے تھے کہ پتا نہیں لوگ وہاں جا کے واپس کیسے آجاتے ہیں؟یہ ان کے الفاظ مجھے اس دن سے ایسے یاد ہیں جیسے میرے دل میں جڑ پکڑ گئے ہیں وہ کہتے کہ پتا نہیں لوگ وہاں سے واپس کیسے آجاتے ہیں؟یہ ان کی سوچ تھی اور ان کے احساسات تھے۔

باقی نہ جانا جو ہے اس کا ہم تو یہی کہیں گے کہ استطاعت کی وجہ سے۔ استطاعت نہیں تھی، نہیں گئے۔ ویسے کیا پتا، پتا نہیں کتنی دفعہ گئے بھی ہوں گے، سارا کچھ دیکھا بھی ہوگا، کیا بھی ہوگا جو ہمیں نہیں پتا۔ جسمانی طور سے وہ نہیں گئے ممکن ہے دوسرے جسمانی طور سے گئے ہوں۔ ایسے لوگوں کے لئے تو کوئی چیز نہ مشکل ہے، نہ دور ہے، بچو۔

حج سے متعلق انصاری صاحبؒ کی استطاعت کی بات ہو رہی تھی تو کہا گیا کہ ان کے چاہنے والے بڑے تھے، ان کے لئے عمرہ کر لینا تو کوئی مشکل نہیں تھا۔ آپ نے اس بات کی تائید کی اور اس کے جواب میں فرمایا:

باباجیؒ کسی کا سہارا لینا پسند ہی نہیں کرتے تھے۔ انہوں نے زندگی میں کبھی کسی کا سہارا نہیں لیا۔ کہتے کہ ایک سہارا لیا ہے بس میرے لئے وہ کافی ہے۔ آپ اندازہ لگائیں ذرا کہ عینک بھی نہیں بنوائی۔ وہ جب کوئی چیز پڑھتے تھے اور وہ نہیں پڑھی جاتی تھی تو اپنی مٹھی بنا کے ایک آنکھ کے ساتھ لگا کے ایسے پڑھ لیتے تھے، عینک نہیں بنوائی۔ نہ لاٹھی ہاتھ میں لی وہ کسی کا سہارا نہیں لیتے تھے کہ بھئی مجھے عمرہ کرا دیں، حج کرا دیں، یہ باتیں اُنہیں سرے سے پسند ہی نہیں تھیں۔ پھر وہ اس معاملے میں دوٹوک تھے کہ جب اللہ میاں نے چھوٹ دے رکھی ہے کہ استطاعت ہو تو جاؤ، استطاعت نہیں ہے تو مت جاؤ۔ جب فرض ہی نہیں ہے تو کیوں جائیں؟ نہیں کرتے ہم فرض ہی نہیں ہے۔

یہ بھی صحیح بات ہے کہ اگر وہ ارادہ ظاہر کرتے تو انہیں لے جانے کے لئے سو آدمی تیار ہو جاتے۔ اس میں کوئی شک نہیں، آپ نے صحیح فرمایا۔ لیکن اُن کے دل میں کیوں آئے جب وہ کہتے ہیں کہ مجھ پر فرض ہی نہیں ہے تو میں کیوں جاؤں؟

اس عمر میں کہ جس عمر میں ہم سے رابطہ ہوا تھا اُس عمر میں تو وہ ویسے بھی نہیں جا سکتے تھے بچو

اتنے کمزور تھے۔ وہ حج تو پورا 'ریموک' ہے۔ بڑا مشکل کام ہے۔ اگر آپ سارے منازل ادا کرنا چاہیں اور کرنے پڑتے ہیں تو وہ خاصا مشکل کام ہے، اتنا آسان کام نہیں ہے۔ وہاں اچھا ہے کہ صحت منداور تندرست آدمی ہی جائے اور بخوبی ادا کرلے ورنہ تشنگی ہی رہے گی اگر ہم جیسا بوڑھا آدمی جائے گا تو وہ پورا نہیں کر پاتا۔ خاصا مشکل کام ہے۔

☆ سوال کیا گیا کہ مردہ کا زندہ کرلینا ایک کرامت کی نسبت ایک سائنسی حقیقت بنتا نظر آتا ہے۔ ممکن ہے کہ یہ عام حالت میں ہونے لگےاس بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ اس کے جواب میں فرمایا:

انسان مرنے کے بعد زندہ ہوں گےاور پھر ان کی موت نہیں ہوگی، ہمیں تو اُس کا پتا ہے۔ یہ درمیان میں ہم نے بھی سُنا ہے کہ ہو جاتا ہےاور پھر چلے جاتے ہیں۔ کوئی بزرگ یہ کرلیتے ہیں۔ کرامت اور معجزہ تو وہی چیز ہے جو سمجھ میں نہ آئے۔ جو Routine سے باہر کی بات ہو۔ یہ اُس طرح ہی ہوتے ہیں، عام طور سے تو نہیں ہوتے۔ کوئی معجزہ دکھائے یا کوئی کرامت دکھائے تو اُس سے ہی مردہ زندہ ہو جاتا ہے کیونکہ یہ کرامت کی اور معجزے کی قسم ہی ہے کہ ایسی چیز جو بس میں نہ ہواور وہ ہو جائے تو اُسے کرامت یا معجزہ کہتے ہیں۔

مردہ کرامت اور معجزے سے ہی زندہ ہوسکتا ہے۔ ہوتا بھی ہے۔ ویسے تو مردے ایک ہی دفعہ زندہ ہوں گے قیامت والے دن اور پھر اُن کے لئے موت نہیں ہوگی۔ یہ تو وقتی طور سے دکھا لیتے ہیں ناں پھر اُسی وقت جیسے مردے تھے، مردے ہی ہوتے ہیں۔ یہ مردہ تو کیا زندہ ہو، میرا خیال ہے کہ وہ روح ہی آجاتی ہےاور روح سے بات کرلیتے ہیں۔ آج کل جیسے وہ انگریزوں نے کیرو سے بات کی تھی کہ وہاں سے اس سے کچھ سیکھنے کی کوشش کی تھی۔

یا آج کل وہ جو Spiritual لوگ جو یورپ میں ہوتے ہیں، جو روحوں کو بلا لیتے ہیں اور اُن سے بات کر لیتے ہیں۔ اس کو اگر آپ مردوں کو زندہ کرنا سمجھتے ہیں تو سمجھیں۔ یہی ہے اور تو مجھے نہیں پتا۔

وہ واقعہ بھی ہے ناں کہ ایک ہندو کو رسالدار صاحبؒ نے زندہ کر دیا تھا۔ رسالدار صاحبؒ کے دوست تھے، ان کے پاس آتے جاتے رہتے تھے۔ ایک دن ان کے گھر ہنگامہ ہو گیا، لوگ بھاگتے ہوئے آئے، رسالدار صاحبؒ کو کہا کہ وہ فلاں آدمی مر گیا۔ باباجیؒ کہتے ہیں کہ رسالدارؒ مجھے ساتھ لے کے وہاں گئے، انہوں نے اپنے اوپر چادر ڈالی اور اسے کہا کہ تمہیں کیا ہوا ہے یار۔ اُٹھو، لوگ انتظار کر رہے ہیں، سارے لوگ رو رہے ہیں، تم خواہ مخواہ لیٹ گئے ہو۔ وہ اُٹھے اور اس کے بعد کافی عرصے تک زندہ بھی رہے۔

ایسی باتیں میں نے کہا کہ یہ صرف معجزے یا کرامت سے ہی ہوتی ہیں۔ باقی زندگی جو ہے وہ مرنے کے بعد ایک دفعہ ہے اور وہ قیامت کے دن ہوگی۔ یہ ہو جاتا ہے جیسے انبیاء میں عزیر علیہ السلام کا ہے کہ تین سو سال بعد زندہ کر دیا۔ یہ ساری باتیں جو ہیں یہ معجزے ہیں معجزے ہوتے ہیں، اور ہوتے رہے تھے، اب تو نہیں ہوتے۔ کرامتیں اب بھی ہوتی رہتی ہیں۔ کسی سے اللہ میاں کرا لے تو کرامتیں اب بھی ہوتی ہیں۔ لیکن یہ Permanent زندہ رہنا اور زندگی باقاعدہ Enjoy کرنا، وہ نہیں ہے۔ وہ قیامت کے بعد ہی ہوگی۔

قیامت حقیقت ہے۔ اس میں وہ چیزیں جو آپ بالکل سوچ بھی نہیں سکتے وہ بھی اللہ میاں کھول کے بتا دے گا، آپ کو پتا چل جائے گا کہ اللہ نے جو کہا ہے کہ جو کچھ ہم کہہ رہے ہیں یہ حقیقت ہے۔ یہ کتنا بڑا معجزہ ہوگا، یہ کتنی بڑی بات ہوگی اس کا ہم اندازہ نہیں لگا سکتے۔ اس کو قرآن نے ایک چیلنج کے طور پر کہا کہ آپ لوگ دیکھیں گے جو کچھ سامنے آئے گا۔ ایک دن آئے گا، ہم آپ کو یہ حقیقت ثابت کر کے دیں گے کہ ہم نے جو کچھ کہا ہے

وہ سچ ہے۔ پتا نہیں ہے خود اللہ میاں اپنے آپ ظاہر ہو گا یا کیا ہو گا، یہ بہت بڑی بات ہو گی۔ یہ ساری باتیں تو ہوتی ہیں لیکن اس وقت ہم سر دست کسی مردے کو زندہ کرنے کی بات کریں تو میری سوچ تو یہاں تک ہی تھی وہ جو کچھ میں نے عرض کر دیا ہے وہ وہی ہے۔

اللہ نے یہ بھی کہا ہے کہ خود تمہارے نفسوں میں یہ بات ظاہر ہو جائے گی کہ جو کچھ ہم نے کہا ہے یہ سچ ہے۔ ایسے دو ٹوک الفاظ ہیں۔

☆ حقیقت مطلق (Absolute reality) اور مشروط حقیقت (Conditional or abstract reality) سے متعلق سوال کیا گیا کہ ترقی یافتہ ممالک میں ترقی پذیر ممالک کی نسبت لوگ زیادہ جیتے ہیں اور لمبی عمر پاتے ہیں، اسی طرح اولاد میں بچے ترقی یافتہ ممالک میں نظر نہیں آتے اور ترقی پذیر ممالک میں بچے ہی ہر طرف نظر آتے ہیں۔ یہ زندگی، موت اور اولاد کے معاملات طے شدہ ہیں جو بدل نہیں سکتے یا انسان کی کوشش سے ترتیب پاتے ہیں؟ اس کے جواب میں فرمایا:

ہر چیز کا مالک اللہ ہے۔ اللہ جس کو جتنی عمر چاہتا ہے دیتا ہے۔ جب اُس کا ٹائم پورا ہو جاتا ہے وہ اُٹھا لیتا ہے۔ یہ نہیں کہ کوئی اپنی استعداد استعمال کرتے ہوئے یا اپنی طاقت استعمال کرتے ہوئے اپنی عمر کم یا زیادہ کر لیتا ہے۔ یہ ناممکن ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ ہمارا ایمان ہے یہ یاد رکھیں۔ قرآن پاک یہی کہتا ہے کہ جب وقت کسی کا پورا ہوتا ہے تو اس میں ایک لمحے کی تاخیر نہیں ہو سکتی۔ جب قرآن یہ کہتا ہے تو ہمارا اسی پر ایمان ہے اور اسی پر ایمان رہنا چاہئے۔ ہم اس سے آگے پیچھے نہیں ہو سکتے۔

ہمارا جو صحت کا معیار اچھا ہے یہ ہماری اپنی Dealing کی بات ہے کہ ہم اپنے آپ کو کتنا ٹھیک رکھتے ہیں۔ کھانے پینے کا معیار اچھا کر کے اور اپنے ماحول کو کسی حد تک بہتر

بنا کے ہم اپنی زندگی کو بہتر بنا سکتے ہیں، عمر کو ہم کم یا زیادہ نہیں کر سکتے، وہ فیصلہ ہے۔ نہ ہم جلدی مر سکتے ہیں، خودکشی کرنا چاہیں تو کر لیں ورنہ ہم جلدی مر بھی نہیں سکتے۔ وہ اللہ تعالیٰ جب چاہے گا مارے گا، یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے، اسی پر ہمارا ایمان ہے اور اس پر ہی ہمارا ایمان ہونا چاہئے کیونکہ یہ قرآن کا فیصلہ ہے۔

بچوں کی پیداوار کی جو بات ہے وہ عارضی ہے۔ جو لوگ اس طرف پیشرفت نہیں کرتے تو ان کے بچے نہیں ہوتے، جب اس طرف جاتے ہیں تو اللہ میاں بچے دیتا ہے۔ یہ تو Nature ہے۔ Nature کو جتنا استعمال کرو گے تو اللہ میاں دے گا۔ اللہ میاں کی یہ آیت قرآن پاک میں ہے کہ کسی کو بیٹے دیتا ہے، کسی کو بیٹیاں دیتا ہے، کسی کو دونوں دیتا ہے، اور کسی کو چاہتا ہے تو بالکل نہیں دیتا۔ یہ پوری ایک آیت ہے۔ جب یہ اللہ میاں کا اپنا فیصلہ ہے تو یہ ہے، اس میں کسی کو کچھ کہنے کی بالکل اجازت نہیں ہے۔

یورپ سے جو بات چلی تھی کہ بچے دو ہی بہت ہیں تو اس کے نتائج آج وہ بھگت رہے ہیں، جو آپ نے بتایا ناں کہ بچے کہیں نظر ہی نہیں آتے، یہ اسی کا خمیازہ بھگت رہے ہیں۔ جنہوں نے اس پر عمل نہیں کیا ان کے ہاں بچے بھی ہیں۔ اللہ کے فضل سے اس وقت پاکستان میں Youth کی اکثریت ہے، دنیا میں واحد ملک جو ہے جس میں Youth کی اکثریت ہے تو وہ پاکستان ہے۔ انہوں نے کسی کی بات نہیں مانی، اپنا کام کرتے رہے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ پوزیشن دے دی ہے۔ جو اپنی عقل استعمال کرتے رہے وہ پچھتا رہے ہیں لیکن پتا نہیں وہ کوئی اور انتظام کریں گے وہ ترقی یافتہ لوگ ہیں۔ ممکن ہے وہ کچھ نہ کچھ انتظام کر لیں لیکن ابھی تک تو ایسے ہی ہیں۔

(آن لائن محفل مورخہ ۲۰ مارچ ۲۰۲۴ء کی گفتگو سے اقتباسات)

بیاد اماں جیؒ

(اہلیہ شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ (سوم) قبلہ محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ)

(سید رحمت اللہ شاہ)

یہ دنیا عالم فانی ہے۔ زندگی ایک عارضی امانت اور موت ایک اٹل حقیقت ہے۔ ہر روح کو بالآخر خالق حقیقی کی طرف لوٹنا ہے۔ اسی حقیقت کے تحت ہمارے نہایت محترم اور قد رمند بزرگ، اپنے وقت میں روحانی پیشوا، شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ (سوم) قبلہ جناب محمد صدیق ڈار صاحبؒ کی شریکِ حیات، ہم تمام مریدین سلسلہ کے لئے انتہائی محترمہ اماں جی، اس دنیا سے رخصت ہوگئیں۔ ۳۰ جولائی ۲۰۲۵ء بروز بدھ قبل از نماز عشاء کم وبیش آٹھ بجے پیش آنے والا یہ سانحہ نہ صرف قبلہ جناب محمد صدیق ڈار صاحبؒ کے خاندان کے لیے بلکہ ہم مریدین سلسلہ عالیہ توحیدیہ سمیت تمام احباب و متعلقین کے لیے دلوں کو غمگین کر دینے والی خبر تھی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیهِ رَاجِعُونَ. مجلّہ فلاح آدمیت کے توسط سے تمام مریدین سلسلہ کی ترجمانی کرتے ہوئے اہل خانہ سے تعزیت کے ساتھ دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ خاندان کے تمام افراد اور دیگر متعلقین کو صبر عطا فرمائے اور اماں جیؒ کے درجات بلند فرمائے۔ آمین۔

ماں کا لفظ ہی بہت پیارا ہے۔ اپنے اندر بہت سی ایسی خوبیوں، مسرتوں اور حسین جذبات کو سموئے ہوئے ہے کہ جو نہ تو بیان کے محتاج ہیں اور نہ ہی کوئی بیان ان کے حسن کا احاطہ کر سکتا ہے۔ ان سب باتوں کا مرقع جو شخصیت یا مجسم ہستی ہے وہی ذات 'ماں' ہے۔ ہماری ماں، ہماری اماں جی۔ قبلہ باباجان محمد صدیق ڈار صاحبؒ کو تو جان پگھلا دینے والی شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے منصب کی ذمہ داری ملی، جس کی بجا آوری میں انہوں نے اپنا سب کچھ عملی طور پر قربان کر دکھایا، ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ فی الواقع حالات کا تقاضا بھی تھا اور اس خاص دور کی ضرورت بھی جس میں قبلہ ڈار صاحبؒ بفضل خدا سرخرو ہوئے۔ یہ سب تو سمجھ میں آتا ہے لیکن سمجھ سے بالاتر تو یہ ہے کہ

اس سارے سفر میں اماں جیؒ کی جو مثالی رفاقت رہی، انہیں بھی پورے صبر شکر کی پیکر بن کر اپنی خوشیوں، سکون اور راحت بھری زندگی کو پس پشت ڈال کر ایثار، خلوص اور مہر و وفا کی ایک طویل داستان کا حصہ بنا پڑا، اسے کیا نام دیں؟ کیا یہ محض قبلہ بابا جان محمد صدیق ڈار صاحبؒ کی ''رفیق حیات'' ہونے کا فریضہ تھا یا اس سے کہیں آگے ایک آزمائشوں بھری زندگی اور خدمات کے تسلسل کا ایک حسین باب؟ بلاشبہ قبلہ بابا جان محمد صدیق ڈار صاحبؒ کے ساتھ اماں جیؒ کی رفاقت مثالی تھی۔ اندرون خانہ اماں جیؒ نے ہم سب کے لئے اپنے ایثار، خلوص اور محبت سے بھرپور خدمات سے مرکز تعمیر ملت کو سکون و راحت کا گہوارہ بنا دیا۔ قبلہ بابا جان محمد صدیق ڈار صاحبؒ کی کامیابیوں اور خدمات کے پیچھے اماں جیؒ کی خدمات، قربانیوں، صبر اور حوصلے کا بھی ایک بڑا کردار ہے۔

میرا نوے کی دہائی کے وسط یا بعد کے سالوں میں نوکھر جانا شروع ہوا۔ نوکھر میں کاشانۂ توحیدیہ بابا جان محمد صدیق ڈار صاحبؒ کی رہائش گاہ تھی جو اباجی کے مرشد تھے۔ سلسلہ توحیدیہ سے اپنا تو کوئی لینا دینا نہیں تھا بس ابا جی کی ہدایت یا حکم تھا جس کی تعمیل میں ہر ماہ بڑے بھائی جان کے ساتھ جانا ہوتا۔ بابا جان محمد صدیق ڈار صاحبؒ کے بارے میں یہ پتا تھا کہ ایئر فورس سے ریٹائرڈ افسر ہیں۔ نوکھر جانے سے اتنا اندازہ ہوگیا کہ یہ گھر 'کاشانۂ توحیدیہ' بابا جان محمد صدیق ڈار صاحبؒ کی ذاتی ملکیت ہے، نوکھر قصبہ میں یہ ایک عزت دار گھرانہ ہے، ان کے دو بیٹے ہیں، ایک پنجاب پولیس میں سب انسپکٹر ہیں جن کے اہل خانہ اسی گھر میں ہیں، دوسرے بیٹے پاکستان کی بری افواج میں کمیشنڈ افسر ہیں اور بطور میجر کہیں ڈیوٹی پر اپنے اہل خانہ کے ساتھ ہیں۔ کچھ ہمارے ہم عمر مریدین سلسلہ سے بھی ملوایا گیا کہ یہ سید قیصر شاہ ہیں، یہ حافظ لیٰسین ہیں، یہ ماجد محمود ہیں، یہ محمد سلیم ہیں مرشد و مرید کا باہمی تعلق دوستانہ سا نظر آیا۔ یہ مقامی لڑکے تھے جو گھر کے افراد کی طرح تھے۔ ہمارا چھٹی کے دن جانا ہوتا تھا تو کئی دفعہ کچھ دوسرے لوگوں سے بھی یہاں ملاقات ہوئی۔ بابا جان محمد صدیق ڈار صاحبؒ سارا وقت یہاں بیٹھک میں ملنے والوں کے ساتھ گزارتے۔ سب آنے والوں کی بوتل، چائے، پانی، مٹھائی، بسکٹ، اور کھانے سے مہمان نوازی ہوتی جس کا سلسلہ سارا دن چلتا رہتا۔ یہاں رات بسر کرنے کا بھی اتفاق ہوا تو معلوم ہوا کہ اس گھر کی چھت ایک الگ

تھلگ حصہ کی صورت مہمان خانہ ہے جہاں دور دراز سے آنے والے لوگ رہ سکتے ہیں۔الغرض اندرون خانہ اماں جی کے نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو بخوبی سمجھا جا سکتا ہے کہ یہ اپنا گھر، اپنا ماحول، اپنے ملنے ملانے والے، اپنے بچوں کے ساتھ ایک بہترین مسکن تھا۔مہمان کم زیادہ، وقت بے وقت آنے جانے پر ان کی مہمان نوازی کا بھی کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ذاتی حیثیت میں یہاں زندگی خوب راحت، سکون اور مناسب ترین بنیادی سہولیات سے آراستہ تھی۔

باباجان محمد صدیق ڈار صاحبؒ کی رہائش تو نوکھر میں تھی لیکن سلسلہ توحیدیہ کی دعوتی سرگرمیوں کا مرکز گوجرانوالہ شہر تھا، قرب و جوار میں بڑے اچھے توحیدی حلقہ جات قائم تھے۔انہیں دو تین سالوں میں مرکز تعمیر ملت سلسلہ توحیدیہ کی دعوتی و تبلیغی سرگرمیوں کا مرکز بن گیا۔مریدین سلسلہ کی مشاورت سے یہ فیصلہ ہوا کہ اب باباجان محمد صدیق ڈار صاحبؒ اپنی مستقل رہائش یہاں مرکز تعمیر ملت اختیار کریں۔اماں جی قبلہ باباجان محمد صدیق ڈار صاحبؒ کے ساتھ مرکز تعمیر ملت آ گئیں۔یہاں سے اماں جی کی خدمات کا ایک دوسرا دور شروع ہوا۔

مرکز تعمیر ملت ابھی تعمیر کے مراحل میں تھا۔صحیح کہا جائے تو بظاہر تعمیر شدہ تھا مگر عملی طور پر چار دیواری صرف سامنے تھی، چھتوں پر لینٹر تو تھے لیکن مٹی تک ڈلنے والی تھی۔گرمیوں میں نامکمل چھت کی وجہ سے تپش ناقابل برداشت حد تک بڑھ جاتی۔کمروں میں بھی کافی کام ہونا تھا۔گیس کی فراہمی تو تا حال ممکن نہیں ہو سکی، بجلی سپلائی کا یہ عالم تھا کہ تین چار کھمبوں کی کمی تھی، دور دراز سے لکڑیوں کے سہارے بجلی کی تاریں مرکز تک لائی گئی تھیں جو معمولی موسمی تبدیلی یا ہوا سے منقطع ہو جاتی، بعض دفعہ بجلی بحالی میں کچھ دن گزر جاتے۔محل وقوع کی وجہ سے آمدورفت کے سنجیدہ مسائل تھے کچھ قریبی علاقے نامی گرامی ریکارڈ یافتہ لوگوں کی وجہ سے مشہور تھے۔ریلوے لائن پر دن دہاڑے وارداتیں ہو جاتیں، عصر کے بعد تو کسی کا سکون سے مرکز تعمیر ملت آنا جانا محال تھا۔حالات کے پیش نظر تمام مریدین سلسلہ کو نماز عصر کے بعد مرکز تعمیر ملت آنے جانے سے روک دیا گیا تھا۔مرکز تعمیر ملت پر جز وقتی کوئی ملازمہ کام کے لئے آتی جو گھر کا کام کرتی۔ایک ملازم بچہ بھی رہا جو سودا سلف لاتا یا چائے پانی مہمانوں کو پیش کرتا مریدین سلسلہ کی خدمات بھی پیش رہیں تاہم زیادہ تر کام کاج کا

انتظام باباجان خود کر لیتے ۔المختصر مرکز تعمیر ملت پر مسائل ایک عام فرد کی سوچ سے زیادہ تھے ۔ان حالات میں یہاں رہائش بہر حال کسی سنجیدہ آزمائش سے کم نہیں تھی ۔ہمیں اندرون خانہ اماں جیؒ کی خدمات کا اندازہ کسی قدر ضرور تھا لیکن زیادہ آگاہی بہت دیر سے ۲۰۰۹ء میں اور اس کے بعد ہوئی ۔

بسلسلہ تعلیم وملازمت لاہور رہائش تھی ،مرکز تعمیر ملت ہر ماہ آنا جانا رہا تاہم کوشش ہمیشہ یہی ہوتی کہ شام سے پہلے ہی واپسی ہو جائے ۔اسے تکلف کہیں، خام خیالی یا جو بھی مگر یہ واضح تھا کہ قیام وطعام کی صورت میں اماں جیؒ پر گھر کے کام کا بوجھ بڑھے گا،ان کی ضعف عمری اور خاص طور پر صحت کے مسائل ہیں تو ایسی صورت میں جلد واپسی کی راہ لی جائے ۔یہ سوچ،احساس وجذبات جلد ہی کافور ہوئے اور راقم مرکز تعمیر ملت کا مستقل مہمان ٹھہرا ۔کم وبیش ہر جمعہ گوجرانوالہ شہر حلقہ ذکر میں شمولیت، یہاں سے بھائیوں کے پیار، خلوص ومحبت کی حسین یادیں سمیٹے ہفتہ صبح ہی مرکز تعمیر ملت حاضر ہو کر اتوار شام کو لاہور واپسی ہوتی ۔اسی دوران اماں جیؒ کی خصوصی محبت وشفقت رہی، بہت سی باتیں ہوئیں،اور پوری طرح معلوم ہوا کہ اماں جیؒ کی زندگی مرکز تعمیر ملت پر آنے والے مہمانوں اور مریدین سلسلہ کی خدمت میں گزر رہی ہے ۔نظر آرہا ہے کہ صحت اجازت نہیں دیتی، آرام کی ضرورت ہے مگر کچن میں ہیں اور سارے کام خود کر رہی ہیں ۔خدمت میں اکتاہت کا شائبہ تک نہیں ،پورے خلوص سے ہر مہمان کے لئے سب کچھ خود تیار کر کے دے رہی ہیں ۔

ذاتی زندگی بہت سادہ تھی مگر ہر مہمان کی ضیافت کا پورا پورا خیال رکھا جاتا ۔گھر میں جو پکنا ہوتا وہ معمول کے مطابق سادہ ہی پکتا اور کھایا جاتا ،کوئی مہمان ہے تو صرف اس مہمان کے لئے کچھ الگ سے پکا کر پیش کیا جاتا ۔اماں جیؒ سے اگر کوئی شکایت سنی یا گلہ سنا تو وہ اسی نوعیت کا تھا کہ فلاں شہر یا جگہ سے بھائی آئے، ان کے آنے کی اطلاع نہیں تھی، ان کی کوئی خاص خدمت نہیں ہو سکی ۔ایسا بالکل نہیں تھا کہ کسی کی خدمت میں کوئی کمی ہوتی مگر اماں جیؒ اپنے مزاج کے مطابق اس گلہ شکوہ میں پوری طرح صحیح تھیں ۔ہم مریدین سلسلہ کا آتے ہوئے اطلاع نہ کرنا معمول تو تھا ہی لیکن اس کے ساتھ ہمارا مرکز آنا ایسے وقت میں بھی ہوتا کہ جب کوئی خاص اہتمام کرنے کی صورت ہی نہیں ہوتی تھی ۔یہ بات اماں جیؒ کو تکلیف دیتی تھی ۔اماں جیؒ کا مزاج مہمان کے لئے تازہ سالن،

کھانا وغیرہ پکا کر پیش کرنے کا تھا۔ مہمانوں کے لئے کچھ بنا کر فریج میں رکھ چھوڑنا اور پیش کرنا پسند نہیں کرتی تھیں۔ جو بھی ہو، جیسے ممکن ہو، مہمان بغیر اطلاع کے جس وقت بھی آئے ہیں، اسی وقت ان کی ضیافت کا انتظام شروع کرتیں اور مہمانوں کی تواضع ہوتی۔ ان کی خواہش ہوتی کہ وہ اللہ کی خاطر آنے والے ان مہمانوں کی صحیح خدمت کریں۔ بارہا یہ سننے کو بھی ملا کہ یہ سب اللہ کے مہمان ہیں، اللہ کے لئے آتے ہیں، ان کی خدمت فرض ہے۔ اپنے آپ کو خدمت میں کسی کمی کوتاہی پر قصور وار کہتی، سمجھتی تھیں۔ سالانہ کنونشن کے موقع پر آنے والے سب بھائیوں کو پہلے دن کا ناشتہ اماں جی کی طرف سے ملتا۔ رات بھر سفر کے بعد اگر کوئی دیر سویر سے بھی آیا ہے تو ناشتہ کی نشست ان کے لئے تیار ملتی۔ مہمانوں کی ایک بڑی تعداد کو کئی گھنٹوں میں ناشتہ کرانا اتنا آسان نہیں تھا لیکن خدمت کے جذبے سے اماں جانؒ یہ سب کرتیں اور اسی میں خوشی واطمینان محسوس کرتیں۔

خدمت کے علاوہ اماں جیؒ کی طرف سے مرکز تعمیر ملت یا سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے معاملات میں کبھی کوئی مداخلت، رائے یا بات نہ ہی نظر آئی اور نہ ہی کبھی سننے کو ملی۔ خلوص، پیار اور خدمت، بس یہی اماں جیؒ کی زندگی تھی۔ خاندان، عزیز واقارب میں سو خوشی وغم ہوتے ہیں، بابا جان قبلہ محمد صدیق ڈار صاحبؒ کم ہی کسی کی طرف جاتے تھے۔ اپنی اولاد، خاندان اور دیگر عزیز رشتہ دار قریب ہی تھے مگر ہمیشہ مرکز تعمیر ملت پر رہنے کو ترجیح دیتے۔ پورا خیال رہتا کہ ایسا نہ ہو کہ کوئی آئے اور آپؒ مرکز تعمیر ملت پر نہ ہوں۔ اماں جیؒ بھی اسی لئے کسی کی طرف نہ جا سکتی تھیں۔ کہیں جانا ہوتا بھی تو کم از کم وقت میں مرکز واپسی ہوتی۔

بابا جان قبلہ محمد صدیق ڈار صاحبؒ کی وفات کے بعد قبلہ بابا جان محمد یعقوب خان صاحب شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے منصب کی ذمہ داریاں سنبھال چکے تھے۔ دوسرے تیسرے دن ہی ان کے صاحبزادے انتہائی محترم بھائی جان خالد محمود ڈار صاحب اور بھائی جان حامد محمود ڈار صاحب نے اماں جیؒ کو مرکز تعمیر ملت سے اپنے گھر لے جانے کی بات کی جسے قبلہ بابا جان محمد یعقوب خان صاحب اور دیگر مریدین سلسلہ نے تسلیم نہ کیا۔ اماں جیؒ چالیسویں تک مرکز تعمیر ملت رہ کر اپنے بڑے صاحبزادے جناب خالد محمود ڈار صاحب کے ہاں گوجرانوالہ شہر آ گئیں اور تا وقت

وفات ان کے پاس رہیں۔بعد ازاں اماں جیؒ سے کئی ملاقاتیں ہوئیں اور اچھی باتیں ہوئیں۔اللہ جناب خالد محمود ڈار صاحب اور ان کے اہل خانہ کو بہترین اجر عطا فرمائے اور ان پر ہمیشہ خاص فضل وکرم رکھے جنہوں نے اماں جیؒ کی خوب خدمت کی،آخری وقت تک سہولت وخدمت میں پیش پیش رہے۔آمین۔

اماں جیؒ کی وفات کی اطلاع وفات کے فوری بعد مرکز تعمیر ملت پر ہوئی جسے بروقت مریدین سلسلہ کی اطلاع کے لئے نشر کر دیا گیا۔نماز جنازہ ۳۱ جولائی ۲۰۲۵ء بروز جمعرات صبح گیارہ بجے سینٹ جوزف گرلز ہائی سکول گوجرانوالہ میں ادا ہوئی۔آپؒ کو سیالکوٹ روڈ قبرستان بالمقابل سیشن کورٹ گوجرانوالہ میں سپرد خاک کیا گیا۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُونَ.

ممکن ہے کسی بھائی کے ذہن میں یہ سوال آئے کہ اماں جیؒ کی تدفین قبلہ بابا جان محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ کے ساتھ مرکز تعمیر ملت میں کیوں نہیں ہوئی؟ اس کے پس منظر میں اجتماعی طور پر ایک فیصلہ شدہ امر ہے۔شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ بابا جان محمد یعقوب خان صاحب توحیدی نے مریدین سلسلہ سے یہ متفقہ فیصلہ کرایا ہوا ہے کہ آئندہ کوئی بھی تدفین مرکز تعمیر ملت پر نہیں ہوگی۔مرکز تعمیر ملت پر صرف شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ (سوم) جناب محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ کی تدفین ہے جو مرکز تعمیر ملت کے بانی ہیں۔شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ بابا جان محمد یعقوب خان صاحب توحیدی سمیت اب کسی بھی دور میں شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے منصب پر فائز رہنے والے روحانی پیشوا کو ان کے وصال پر تدفین کے لئے ان کے اہل وعیال اپنے علاقہ جات واپس لے جایا کریں گے۔شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ بابا جان محمد یعقوب خان صاحب توحیدی قبروں اور مزار کے حوالے سے بڑا واضح اور دوٹوک مؤقف رکھتے ہیں۔آپ آستانہ عالیہ توحیدیہ ماڈل ٹاؤن لاہور پر بھی بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے مزار پر ان کے ساتھ شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ (دوم) جناب عبدالستار خانؒ کی تدفین سمیت کسی کی بھی تدفین کو بلا جواز سمجھتے ہیں اور ان کی یہاں موجودگی کے بالکل قائل نہیں ہیں۔

سائنس اور قریب الموت تجربات

(کیا شعور دماغ پر منحصر ہے؟ چوتھا حصہ: طبعیات اور شعور)

مصنف: کرس کارٹر

ترجمہ: سید رحمت اللہ شاہ

مقداریہ آلاتیات (Quantum Mechanics):

مقداریہ آلاتیات بیسویں صدی کے اوائل میں ایٹموں کے رویے کی وضاحت کے لیے وضع کی گئی۔ یہ معلوم ہوا کہ ایٹم کی توانائی مسلسل نہیں بلکہ ایک معین مقدار میں تبدیل ہوتی ہے، جسے کوانٹم (Quantum) کہا جاتا ہے۔ مقداریہ آلاتیات (Quantum mechanics) ایک اصطلاح ہے جو تجرباتی مشاہدات اور ان کو سمجھانے والے مقداری نظریہ دونوں کو شامل کرتی ہے۔

انیسویں صدی کے آخری سالوں میں یہ خیال کیا جاتا تھا کہ طبعیات تقریباً مکمل ہو چکی ہے بہت سے لوگوں کا ماننا تھا کہ تمام اہم دریافتیں ہو چکی ہیں، اور اب صرف کچھ معمولی تفصیلات کو مکمل کرنا باقی ہے۔ ان ''تفصیلات'' میں سے ایک گرم اجسام سے نکلنے والی روشنی کے رنگوں کا مسئلہ تھا، جسے ''گرم جسم کا مسئلہ'' (Hot-body problem) کہا جاتا ہے۔ میکس پلانک (Max Planck) نے اس مسئلے کو حل کرنے کا بیڑا اٹھایا۔

مسئلہ یہ تھا کہ کلاسیکی فزکس غلط جواب دے رہی تھی: اس کی زیادہ تر پیش گوئیاں غلط تھیں پلانک نے ایک آخری کوشش کے طور پر فرض کرتے ہوئے یہ نتیجہ نکالا کہ توانائی ایٹم سے صرف معین مقدار میں ہی خارج ہو سکتی ہے۔ اس کے فارمولے نے اعداد و شمار کے ساتھ مکمل مطابقت ظاہر کی، اور یوں مقداری نظریہ کا آغاز ہوا۔

کلاسیکی فزکس کا یہ مفروضہ تھا کہ کوئی بھی چارج شدہ ذرات، جیسے کہ الیکٹران، اپنی توانائی آہستہ آہستہ اور مسلسل کھوتے ہیں۔ پلانک نے یہ فرض کیا کہ توانائی صرف معین مقداروں میں ہی خارج ہو سکتی ہے۔ ان مقداروں میں سے ہر ایک کی توانائی ایک چھوٹے عدد (جسے اب پلانک کانسٹنٹ کہا جاتا ہے) کو ذرات کے ارتعاش کی تعداد سے ضرب دے کر حاصل کی جاتی ہے۔ ایٹمی سطح پر توانائی کو کوانٹا (کوانٹم کی جمع) میں ماپا جاتا ہے، جہاں ایک کوانٹم صفر سے اوپر سب سے کم ممکنہ توانائی کی سطح ہے۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک الیکٹران توانائی ضائع کیے بغیر ایک مخصوص توانائی کی سطح پر کچھ وقت کے لیے ارتعاش کرتا رہتا ہے، پھر غیر متوقع طور پر اچانک اور بے ترتیبی سے یہ ایک نچلی توانائی کی سطح پر چلا جاتا ہے اور اس عمل میں روشنی کا ایک فوٹون خارج کرتا ہے (فوٹون کی توانائی پلانک کانسٹنٹ کو اس کی ارتعاش کی تعدد سے ضرب دے کر حاصل کی جاتی ہے)۔ ایک الیکٹران توانائی کو Quantum Jumps کے ذریعے حاصل بھی کر سکتا ہے۔ وقت کے ساتھ الیکٹران کی توانائی کی سطح کا گراف ایک ہموار منحنی لکیر کی شکل کی بجائے اب ایک سیڑھی دار شکل میں دکھایا جاتا ہے۔

بعد میں یہ احساس ہوا کہ مقداری نظریہ (Quantum theory) کا اطلاق تمام چھوٹی بڑی اشیاء پر ہونا چاہیے۔ تاہم، ہم روزمرہ کی زندگی میں جھولے پر کھیلتے ہوئے بچوں کو اچانک اپنی توانائی کی سطح میں کوانٹم چھلانگ لگاتے ہوئے اس لیے نہیں دیکھتے، کیونکہ پلانک کانسٹنٹ بہت چھوٹا ہے۔ کوانٹم اثرات ہمارے مشاہدے کے لیے بہت زیادہ چھوٹے ہوتے ہیں اور انہیں خوردبین سے دیکھا جا سکتا ہے۔

مقداری نظریہ نے آنے والی دہائیوں میں بہت تیزی سے ترقی کی، جس میں آئن سٹائن (Einstein)، نیلز بوہر (Niels Bohr)، لوئس ڈی بروئے (Louis de Broglie)، اروین شروڈنگر (Erwin Schrödinger)، اور دیگر بہت سے سائنس دانوں نے اہم کردار ادا کیا۔ کلاسیکی میکینکس کو اب صرف ایک شاندار اندازہ سمجھا جاتا ہے جو ان اشیاء کے

رویے کی وضاحت کرتا ہے جس سے ہمیں عام طور پر واسطہ پڑتا ہے ۔کوانٹم میکینکس نہ صرف وہ سب کچھ بیان کرسکتی ہے جو کلاسیکی میکینکس بیان کرتی ہے بلکہ ان اعداد و شمار کی بھی وضاحت کرسکتی ہے جن کی کلاسیکی میکینکس نہ تو پیش گوئی کرتی ہے اور نہ ہی وضاحت کرتی ہے جدید طبعیات درحقیقت کوانٹم میکینکس ہے۔اس کے بہت سے عملی اطلاقات ہیں، جیسے ٹرانزسٹر (Transister)، لیزر (Laser)، اور فلوروسینٹ (Florescent) لائٹ بلب ۔ ایک اندازے کے مطابق ہماری معیشت کا تقریباً ایک تہائی حصہ ایسے آلات پر منحصر ہے جو کوانٹم میکینکس کے اصولوں پر کام کرتے ہیں ۔کوانٹم میکینکس کے مفہوم کو سمجھنے کی کوشش ہمیں کچھ ایسے انتہائی پراسرار معاملات کے سامنے لاکھڑا کرتی ہے جن سے ہمیں کبھی واسطہ نہیں پڑا اور جو بڑی حد تک ہمارے دنیا اور زندگی کے بارے میں نقطہ نظر کو بدل کر رکھ دیتی ہے۔

نیوٹن کی طبعیات جبریت (Determinism) یعنی یہ مفروضہ کہ مشاہدہ کرنے والا زیر مشاہدہ نظام کو متاثر نہیں کرتا اور مقامیت (Localism) جیسے مابعد الطبعیاتی تصورات پر مبنی تھی ۔لیکن کلاسیکی فزکس کو کوانٹم فزکس نے پیچھے چھوڑ دیا ہے کیونکہ واضح طور پر ثابت ہو چکا ہے کہ کلاسیکی فزکس غلط ہے ۔اس کا مطلب یہ ہے کہ اس پر مبنی میکانکی دنیاوی نظریہ بھی غلط ہونا چاہیے۔

جبریت اور مشاہدہ کرنے والے کا کردار:

کوانٹم میکینکس کلاسیکی فزکس کی بیان کردہ جبری کائنات کو ایک امکانی کائنات سے بدل دیتی ہے ۔ یہ خیال ہے کہ ذراتی نظاموں اور ذرات کی مختلف خصوصیات کی صحیح طرح سے پیش گوئی نہیں کی جاسکتی بلکہ اس کی جگہ ممکنہ مقداروں کی ایک حد متعین کی جاسکتی ہے ۔اگر آپ کچھ پتھروں کو ایک پہاڑ پر ایک خاص حد سے کم رفتار پر لڑھکائیں تو تمام پتھر نیچے واپس آجائیں گے اور اگر آپ پتھروں کو اس حد سے زیادہ رفتار پر لڑھکائیں تو تمام پتھر پہاڑ کے پار چلے جائیں گے۔ ہماری کلاسیکی مکینکی دنیا میں یا تو سب پار ہو جاتے ہیں یا سب واپس آجاتے ہیں لیکن کوانٹم سطح پر معاملات اتنے آسان نہیں ہیں ۔

مثال کے طور پر اگر ایٹم کے اندرونی ذرات جیسے الیکٹرانز کو کسی ممکنہ رکاوٹ کی طرف ایک معین رفتار پر فائر کیا جائے تو یہ یقینی طور پر کہنا ممکن نہیں ہوگا کہ کوئی مخصوص الیکٹران رکاوٹ کو عبور کرے گا۔ اگر الیکٹرانز کو کم رفتار پر فائر کیا جائے تو زیادہ تر واپس آجائیں گے، اگرچہ کچھ عبور کر جائیں گے؛ اگر رفتار زیادہ ہو تو زیادہ تر عبور کریں گے؛ اور کسی درمیانی رفتار پر تقریباً آدھے عبور کریں گے اور آدھے منعکس ہوں گے۔ لیکن کسی مخصوص الیکٹران (ایک گروہ کی شکل میں بظاہر ایک دوسرے سے ملے ہوئے الیکٹرانز) کے لیے ہم صرف ایک امکان مقرر کر سکتے ہیں کہ اس کے عبور کرنے کا امکان کیا ہے۔

کوانٹم بے ترتیبی کی ایک اور مثال تابکاری زوال (Radioactive decay) ہے۔ فرض کریں کہ ہمارے پاس یورینیم کا ہم جاء A (ہم جاء کسی ایک عنصر کے ایسے ایٹم کو کہتے ہیں جس کے کیمیاوی خواص ایک جیسے مگر ان کے ایٹمی وزن الیکٹران کی مختلف تعداد کی وجہ سے مختلف ہوتے ہیں) ہے جو ہم جاء (Isotop) B میں ایک گھنٹے کی آدھی زندگی (Half-life) کے ساتھ زوال پذیر ہوتا ہے۔ ایک گھنٹے کے بعد، یورینیم کے آدھے ایٹم ہم جاء B میں تبدیل ہو چکے ہوں گے۔ فزکس کے تمام معلوم طریقوں سے تمام یورینیم ہم جاء A کے ایٹم ایک جیسے معلوم ہوتے ہیں لیکن ایک گھنٹے کے بعد آدھے زوال پذیر ہو چکے ہوں گے اور آدھے غیر تبدیل شدہ ہوں گے۔ ہم جاء A کی آدھی زندگی شماریاتی معنوں میں انتہائی قابل پیش گوئی ہے لیکن کسی بھی مخصوص ایٹم کے زوال پذیر ہونے کا صحیح وقت مکمل طور پر غیر یقینی ہے۔

یہاں امکان (Probability) ان وجوہات سے مختلف طریقے سے شامل ہوتا ہے جو ایک سکے کو اچھالنے، لڈو کے چھکے کو پھینکنے، یا گھڑ دوڑ میں ہوتی ہیں: ان معاملات میں امکان شامل ہوتا ہے کیونکہ نظام کی ابتدائی حالت کے بارے میں ہماری معلومات غیر مکمل ہوتی ہیں۔ لیکن کوانٹم نظریہ میں یہاں تک کہ اگر ہمارے پاس نظام کی ابتدائی حالت کا مکمل علم ہو نتیجہ پھر بھی غیر یقینی ہوگا اور صرف امکان کی صورت میں بیان کیا جا سکتا ہے۔ (فلسفی غیر یقینی کے ان دو ذرائع کو "موضوعی"

اور"معروضی" امکان کہتے ہیں۔ کوانٹم میکینکس کے مطابق کچھ حالات میں امکان ایک معروضی حیثیت رکھتا ہے۔)

ایک اور حیرت انگیز تصور یہ تھا کہ ایٹم کے اندرونی ذرات کی جب تک پیائش نہ کرلی جائے ان کے لیے کچھ معین خواص کی خصوصیات نہیں ہوتیں جیسے مقام، رفتار، یا گھومنے کی سمت۔ صرف یہ نہیں ہے کہ یہ خواص مشاہدے کی حد تک نامعلوم ہیں بلکہ یہ کہ یہ معین حالت میں موجود ہی نہیں ہیں جب تک ان کی پیائش نہ کرلی جائے۔

یہ نتیجہ جزوی طور پر"دوشگاف" (Two-slit) کے مشہور تجربے پر مبنی ہے، جس میں الیکٹرانز کو ایک ہی وقت میں ایک ایسی رکاوٹ کی طرف فائر کیا جاتا ہے جس میں دوشگاف ہوتے ہیں رکاوٹ کے پیچھے ایک اسکرین پر نصب ناپنے والے آلات ظاہر کرتے ہیں کہ الیکٹرانز بظاہر لہروں کی طرح برتاؤ کرتے ہیں، بیک وقت دونوں شگافوں سے گزرتے ہوئے، اور لہروں کے مخصوص مداخلتی نمونے پیدا کرتے ہیں۔ مداخلت کا مطلب یہ ہے کہ جب لہر کی چوٹی ایک ہی وقت میں ایک مقام پر پہنچتی ہے تو وہ ایک دوسرے کو مضبوط کرتی ہیں، لیکن جب لہر اور گہری وادیاں ایک ہی وقت میں ایک مقام پر پہنچتی ہیں تو وہ ایک دوسرے کو ختم کر دیتی ہیں (مثال کے طور پر جب دو پتھر تالاب میں گرائے جائیں تو ان کی لہر کی محاذ آپس میں ملنے پر مداخلتی نمونے پیدا کرتے ہیں)۔ یہ لہریں صرف امکان کی لہریں یا لہروں کا عمل سمجھی جاتی ہیں کیونکہ ان میں کوئی توانائی نہیں ہوتی لہذا انہیں براہ راست ناپا نہیں جا سکتا۔ اسکرین پر نصب ناپنے والے آلے کے ذریعے صرف انفرادی الیکٹرانز کا پتہ لگایا جا سکتا ہے لیکن متعدد الیکٹرانز کی تقسیم سے لہروں کے مخصوص مداخلتی نمونے ظاہر ہوتے ہیں۔ ایسا لگتا ہے جیسے ہر غیر مشاہدہ شدہ الیکٹران ایک لہر کے طور پر موجود ہو جب تک کہ وہ اسکرین پر پہنچ کر ناپا نہ جائے، جس وقت اس کا اصل مقام (یعنی اسکرین پر ذرہ کو درحقیقت جہاں ناپا جاتا ہے) صرف شماریاتی طور پر اس کی لہریاتی عمل کے مداخلتی نمونے کے مطابق پیش گوئی کیا جا سکتا ہے۔

تاہم اگر کسی شگاف پر ناپنے والا آلہ رکھا جائے تو ہر الیکٹران کو صرف ایک شگاف سے

گزرتے ہوئے دیکھا جاتا ہے اور الیکٹرانز کی تقسیم میں کوئی مداخلتی نمونہ نظر نہیں آتا۔ دوسرے الفاظ میں، الیکٹرانز غیر مشاہدہ حالت میں لہروں کی طرح برتاؤ کرتے ہیں، لیکن مشاہدہ کیے جانے پر ایک معین مقام پر ذرات کی طرح برتاؤ کرتے ہیں۔ تمام کوانٹم اشیاء: الیکٹرانز، پروٹونز، فوٹونز، وغیرہ یہ ''موج اور ذرہ کی دوہریت'' (Wave-particle duality) ظاہر کرتے ہیں، اور ان کا برتاؤ لہر یا ذرہ کے طور پر اس بات پر منحصر ہوتا ہے کہ آیا انہیں براہ راست ناپا جا رہا ہے یا نہیں۔

اس تجربے کی ایک مختلف شکل جسے طبیعیات دان بروس روزنبلوم (Bruce Rosenblum) اور فریڈ کٹنر (Fred Kuttner) نے پیش کیا، اس عجیب نکتے کو اور بھی زیادہ واضح کرتی ہے۔ اگر ایک لہر جو ایک واحد ایٹم سے مطابقت رکھتی ہے، ایک نیم شفاف عکاس سطح (جیسا کہ ایک پتلی فلم) سے ٹکرائے تو یہ دو برابر حصوں میں تقسیم ہو سکتی ہے، بالکل اسی طرح جیسے روشنی کی ایک لہر کھڑکی کے شیشے سے گزرنے اور اس سے منعکس ہونے کا عمل کرتی ہے۔ اس کے بعد اس لہر کے دو حصوں کو دو مختلف ڈبوں میں قید کیا جا سکتا ہے۔

چونکہ لہر کو برابر تقسیم کیا گیا تھا، اگر آپ اس عمل کو کئی بار دہرائیں تو ہر بار جب آپ ڈبوں میں جھانکیں گے تو تقریباً آدھا وقت آپ پورا ایٹم ایک ڈبے میں پائیں گے اور باقی آدھا وقت دوسرے ڈبے میں۔ جبکہ کوانٹم تھیوری کے مطابق، مشاہدے سے پہلے ایٹم کسی خاص ڈبے میں موجود نہیں تھا۔ ایٹم کی پوزیشن اس طرح ایک مشاہدہ کرنے والے کی تخلیق کردہ حقیقت بن جاتی ہے۔ اس کی پوزیشن بعد میں آنے والے تمام مشاہدہ کرنے والوں کے لیے بھی وہی ہوگی، لہٰذا یہ ایک ایسی حقیقت ہے جو صرف ابتدائی مشاہدے پر منحصر ہے۔

آپ یہ سوچنے کی طرف مائل ہو سکتے ہیں کہ ایٹم واقعی مشاہدے سے پہلے ایک ڈبے میں یا دوسرے میں تھا، لیکن یہ ثابت کیا جا سکتا ہے کہ مشاہدے سے پہلے، ایٹم ایک ''سپرجوشی حالت'' (Superposition state) میں تھا (ایک چیز کو دوسرے چیز کے اوپر رکھ کر ایک جیسا بنانے کا عمل)، یعنی وہ بیک وقت دونوں ڈبوں میں موجود تھا۔ ایسے ڈبوں کی جوڑی لیجیے جن میں نہیں

جھانکا گیا ہو اور ان کے ایک سرے پر تنگ شگاف بنائیں تا کہ لہریں بیک وقت نکل سکیں اور فوٹوگرافک فلم پر اثر ڈال سکیں ۔ان مقامات پر جہاں دونوں ڈبوں سے آنے والی لہر کی چوٹیاں بیک وقت پہنچتی ہیں، وہ ایک دوسرے کو مضبوط کرتی ہیں اور اس مقام پر لہروں کے عمل کی زیادہ سے زیادہ ''لہرائی کیفیت'' پیدا کرتی ہیں۔ایک ڈبے سے آنے والی لہر کی چوٹی دوسرے ڈبے سے آنے والی لہر کی گہرائی سے کچھ اوپر یا نیچے کے مقام پر ملتی ہے ۔ان مقامات پر دونوں لہریں مخالف علامتوں کی ہوتی ہیں اور اس لیے ایک دوسرے کو ختم کر دیتی ہیں، جس کے نتیجے میں لہروں کے عمل کا طول وعرض صفر ہو جاتا ہے۔

چونکہ کسی خاص مقام پر ایٹم کی لہر کے عمل کا طول وعرض یہ طے کرتا ہے کہ جب مشاہدہ کیا جائے تو ایٹم کے وہاں پائے جانے کا امکان کیا ہے، اس لیے ڈبوں کی جوڑی سے نکلنے والا ایٹم فلم پر ان جگہوں پر زیادہ ظاہر ہونے کا امکان رکھتا ہے جہاں لہری عمل کا طول وعرض زیادہ ہو لیکن وہ ان جگہوں پر کبھی ظاہر نہیں ہو سکتا جہاں طول وعرض صفر ہو۔اگر ہم اس عمل کو کئی ڈبوں کی جوڑیوں اور اسی فلم کے ساتھ دہرائیں تو کئی ایٹوں کے لہریاتی عمل کے زیادہ سے زیادہ طول وعرض کے مقامات کے قریب یہ فلم کو سیاہ کریں گے لیکن لہریاتی عمل کے کم سے کم مقامات پر کوئی ایٹم نظر نہیں آئے گا۔فلم پر گہرے اور ہلکے حصوں کی تقسیم مداخلتی نمونہ(Interference pattern) بناتی ہے۔

فلم پر الیکٹرانز کی تقسیم دولہروں کے عام مداخلتی نمونوں کو ظاہر کرے گی جو کچھ جگہوں پر ایک دوسرے کو منسوخ کر دیتی ہیں ۔ مداخلتی نمونہ بنانے کے لیے ہر ایٹم کا لہریاتی عمل دونوں ڈبوں سے نکلنا ضروری تھا کیونکہ ہر ایٹم فلم کے ان علاقوں سے بچتا ہے جہاں دونوں ڈبوں سے آنے والی لہریں ایک دوسرے کو منسوخ کرتی ہیں ۔لہٰذا دلیل یہ ہے کہ ایٹم کو بطور پھیلی ہوئی لہر دونوں ڈبوں میں یکساں طور پر ہونا پڑا ۔اگر آپ اس مداخلتی تجربے کی بجائے ان ڈبوں میں جھانکیں تو آپ کو ایک خاص ڈبے میں ایک مکمل ایٹم بطور ذرہ ملے گا ۔ مشاہدے سے پہلے، وہ دونوں ڈبوں میں تھا؛ مشاہدے کے بعد وہ صرف ایک میں تھا۔

روزنبلوم اور کٹنر اس معمہ کا خلاصہ ایسے کرتے ہیں:

> کوانٹم میکانکس سائنس میں سب سے زیادہ تجربہ شدہ نظریہ ہے۔اس کی پیشین گوئیوں کی کبھی کوئی خلاف ورزی نہیں دیکھی گئی،چاہے وہ پیشین گویاں کتنی ہی عجیب کیوں نہ لگیں۔تاہم جو کوئی بھی اس نظریے کے معنی پر غور کرتا ہے،اسے ایک فلسفیانہ معمہ کا سامنا کرنا پڑتا ہے:نام نہاد پیمائش کا مسئلہ یا مشاہدے کا مسئلہ۔آپ کے دیکھنے سے پہلے ہم ایک مداخلتی تجربے سے یہ ثابت کر سکتے تھے کہ ہر ایٹم ایک لہر کے طور پر دونوں ڈبوں میں ایک جیسا تھا۔آپ کے دیکھنے کے بعد یہ ایک ہی ڈبے میں تھا اس طرح یہ آپ کا مشاہدہ تھا جس نے ہر ایٹم کے وجود کی حقیقت کو ایک خاص ڈبے میں تخلیق کیا۔آپ کے مشاہدے سے پہلے یہ محض ایک امکان تھا۔لیکن یہ امکان نہیں تھا کہ کوئی چیز واقعی اس جگہ موجود ہے (جیسا کہ کلاسیکی خول کھیل (Classical shell game) میں ہوتا ہے)،ایسی کسی چیز کی موجودگی محض مستقبل کے مشاہدے کا امکان تھا جس میں یہ مفروضہ شامل ہی نہیں ہے کہ وہ چیز مشاہدے سے پہلے ہی وہاں موجود تھی۔یہ مشاہدہ کرنے والے کی تخلیق کردہ حقیقت ناقابل تسلیم ہے جو کوانٹم میکانکس میں مشاہدے کا مسئلہ ہے۔

پیمائش کے لمحے تک کوانٹم مظاہر کی کچھ خصوصیات جیسے مقام،رفتار،اور گھماؤ کی سمت،امکانات کے مجموعے کے طور پر موجود ہوتی ہیں جنہیں لہریاتی عمل یا حالت کے منتقل کندہ (State vector) کہا جاتا ہے۔لہریاتی عمل کو تمام ممکنہ حالات کی امکانی تقسیم (Probability distribution) کے طور پر سمجھا جا سکتا ہے جیسے مثال کے طور پر الیکٹران کے تمام ممکنہ مقامات کی امکانی تقسیم۔

امکان یہ نہیں ہے کہ الیکٹران واقعی کسی خاص جگہ پر موجود ہے؛اس کی بجائے یہ امکان ہے کہ الیکٹران کو کسی خاص جگہ پر پایا جائے گا۔الیکٹران کا کوئی حتمی مقام نہیں ہوتا جب تک کہ اس کا

مشاہدہ نہ کیا جائے۔تمام ممکنہ مقامات کی پیائشوں کا مجموعہ ایک قدر اخذ کر دیتا ہے جو ذرے کا وہ مقام ہے جو حقیقت میں مشاہدہ کیا گیا ہو۔

ماہر طبیعات نک ہربرٹ(Nick Herbert)نے اس طرح بیان کرتا ہے:

جب تک ایٹم کا مشاہدہ نہ کیا جائے تب تک کوانٹم طبیعات دان ایٹم کو امکانات کی لہروں کے طور پر دیکھتا ہے لیکن جب بھی اس کا مشاہدہ کیا جاتا ہے، اس مشاہدے میں ایٹم لرزنا بند کر دیتا ہے اور اپنے کئی امکانات میں سے ایک کو حقیقت بنالیتا ہے۔ جب بھی کوئی اس کا مشاہدہ کرنے کا انتخاب کرتا ہے، ایٹم اپنی دھندلی حرکت روک کر ایک چھوٹے مخصوص صفات کے حامل ذرے کے طور پر ''جم'' جاتا ہے، اور جیسے ہی مشاہدہ کرنے والا اپنی توجہ ہٹاتا ہے، ایٹم دوبارہ امکانات کی لرزتی ہوئی حالت میں تحلیل ہو جاتا ہے۔ایٹم کے وجود کے انداز میں یہ بظاہر مشاہدہ کنندہ کی وجہ سے ہونے والی تبدیلی ''لہریاتی عمل کا انہدام'' کہلاتی ہے۔

پس پیائشیں کلاسیکی طبیعیات کے مقابلے میں کوانٹم میکانکس میں زیادہ مثبت کردار ادا کرتی ہیں کیونکہ یہاں یہ محض کسی پہلے سے موجود شے کا مشاہدہ کرنے تک محدود نہیں بلکہ حقیقت میں اسے پیدا کرنے میں مدد دیتی ہیں۔کوانٹم میکانکس کی ایک تشریح جو کئی ماہرین میں مقبول ہے اس کے مطابق شعور کا وجود ہی کوانٹم دنیا میں اندرونی امکان کو متعارف کراتا ہے۔

یہ تشریح بیسویں صدی کی ایک معروف شخصیت ریاضی دان جان وان نیومین (John von Neumann) کی جانب سے پیش کی گئی تھی۔ریاضیات میں قابل ذکر خدمات انجام دینے کے علاوہ وان نیومین نے ''گیم تھیوری'' ایجاد کی، جو اقتصادی اور سماجی رویوں کو عقلی کھیلوں کے طور پر ماڈل کرتی ہے اور جس نے ابتدائی کمپیوٹروں کی ترقی میں بنیادی کردار ادا کیا۔1930 کی دہائی میں، وان نیومین نے کوانٹم میکانکس کے نئے نظریات کو سخت ریاضیاتی شکل دینے پر توجہ مرکوز کی، جس کا نتیجہ ان کی مشہور کتاب Mathematical Foundations of

Quantum Mechanics(کوانٹم میکانکس کی ریاضیاتی بنیادیں) کی صورت میں سامنے آیا۔اس کتاب میں اس نے مشاہدے کے مسئلے کو براہ راست مخاطب کیا اور کوپن ہیگن تشریح(Copenhagen interpretation) کومسترد کر دیا، جواس وقت ماہرین میں ایک غالب نظریہ بن رہا تھا۔اگر چہ یہ کسی حد تک غیر واضح ہے لیکن کوپن ہیگن تشریح کے بنیادی اصول یہ معلوم ہوتے ہیں:(1)ہماری صرف مشاہدات کے نتائج تک رسائی ہے اس لیے مشاہدات کے پیچھے موجود کوانٹم حقیقت کے بارے میں سوال کرنا بے معنی ہے۔اور(2)اگر چہ مشاہدہ کوانٹم مظاہر کی حقیقت قائم کرنے کے لیے ضروری ہے لیکن مشاہدہ کرنے کے لئے کسی قسم کے شعور(انسانی یا غیر انسانی) کی ضرورت نہیں۔اس کی بجائے ایک مشاہدہ کنندہ سب کچھ ہے جو کسی واقعے کا ریکارڈ تیار کرتا ہے،اوراس طرح آنکھ سے نظر آنے والی چیزوں کی پیمائش کے آلات (جیسے گیگر کاؤنٹر) کی سطح پر طے شدہ ہے کہ کوانٹم مظاہر کی حقیقی قدریں شاذونادر ہی شماریاتی امکانات کی حدود میں مقرر رہوتی ہیں۔

وان نیو مین نے کوپن ہیگن تشریح میں دنیا کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کے عمل پر اعتراض کیا:ایک طرف غیر معین کوانٹم اجزاء اور دوسری طرف پیمائش کے آلات جو کلاسیکی میکانکس کے قوانین کی پیروی کرتے ہیں۔اس نے ایک تجرباتی آلہ جیسا کہ گیگر کاؤنٹر ہے کوایک کمرے میں رکھا جو باقی دنیا سے الگ ہو لیکن ایک کوانٹم نظام کے ساتھ رابطے میں ہو جیسے ایک ایٹم جو بیک وقت دو ڈبوں میں موجود ہو۔گیگر کاؤنٹر کواس طرح ترتیب دیا گیا کہ اگر ایٹم ایک ڈبے میں ہے تو وہ اسے حرکت میں لائے اور اگر دوسرے میں ہے تو یہ غیر متحرک رہے۔یہ گیگر کاؤنٹر ایک مادی آلہ ہے،اس لیے کوانٹم میکانکس کے اصولوں کے تحت آتا ہے۔لہذا توقع کی جانی چاہیے کہ یہ بھی ایٹم کے ساتھ ایک سپر جوشی حالت میں داخل ہو ایک ایسی حالت میں جہاں یہ بیک وقت متحرک اور غیر متحرک ہو۔

اگر گیگر کاؤنٹر کسی ایسے آلے کے ساتھ منسلک ہو جو یہ ریکارڈ کرتا ہو کہ آیا کاؤنٹر نے سگنل بھیجا ہے یا نہیں تو منطقی طور پر یہ آلہ بھی ایک سپر پوزیشن حالت میں داخل ہو جانا چاہیے جو دونوں

حالات کو بیک وقت موجود کے طور پر ریکارڈ کرتا ہو۔اگر کوئی مشاہدہ کرنے والا کمرے میں داخل ہو اور ریکارڈنگ آلے کا معائنہ کرے،تو یہ منطق ''وان نیومین چین'' کے مطابق آگے بڑھائی جا سکتی ہے،جو ریکارڈنگ آلے سے فوٹونز،مشاہدہ کرنے والے کی آنکھوں اور دماغ تک جاتی ہے۔چونکہ یہ بھی مادی آلات ہیں،ان کے قوانین کوانٹم میکانکس سے مستثنیٰ ہونے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔

وان نیومین نے یہ دلیل دی کہ پورا مادی عالم کوانٹم میکینکل ہے لہٰذا وہ عمل جو لہری عمل کو اصل حقائق میں تبدیل کرتا ہے وہ مادی نہیں ہوسکتا۔اس کے بجائے،فزکس سے باہر کسی چیز کی مداخلت ضروری ہے۔یہ کوئی غیر مادی چیز ہوسکتی ہے جو کوانٹم میکانکس کے قوانین سے آزاد ہو وہ لہریاتی عمل کے انہدام کی وضاحت کرسکتی ہے۔مشاہدے کے عمل میں وان نیومین کے مطابق وہ واحد غیر مادی چیز مشاہدہ کرنے والے کا شعور تھا۔اس نے بالآخر یہ نتیجہ نکالا کہ یہ غیر مادی ہستی شعور ہے اور یہ کہ مشاہدے سے پہلے یہاں تک کہ کوانٹم نظام کے ساتھ تعامل کرنے والے پیمائش کرنے والے آلات بھی ایک غیر معین حالت میں موجود ہونے چاہئیں۔

وان نیومین نے کوپن ہیگن تشریح کو اس شرط کے ساتھ وسیع کیا کہ ماپنے کا عمل ایک دماغ میں انجام پائے۔وہ اس نتیجے پر مجبور ہوا کیونکہ اس کی منطق کے مطابق ''وان نیومین چین'' میں واحد عمل جو محض مالیکیولز کی حرکت نہیں ہے،وہ مشاہدہ کرنے والے کا شعور ہے۔اس کے دلائل کو اس کے جن قابل ذکر پیروکاروں نے مزید ترقی دی ان میں سب سے زیادہ نمایاں فرٹز لندن (Fritz London)،ایڈمنڈ باؤر(Edmond Bauer)،اور یوجین ویگنر (Eugene Wigner) تھے۔ویگنر جس نے بعد میں طبیعیات میں نوبل انعام جیتا لکھتا ہے:''جب طبیعی نظریے کی حدود کو کوانٹم میکانکس کی تخلیق کے ذریعے خوردبینی مظاہر تک بڑھایا گیا تو شعور کا تصور ایک بار پھر نمایاں ہوگیا؛ کوانٹم میکانکس کے قوانین کو شعور کے ذکر کے بغیر مکمل طور پر منطقی انداز میں تشکیل دینا ممکن نہیں تھا۔''

ڈبوں کی جوڑی والا تجربہ شعور اور آزاد مرضی کے کردار پر بھی روشنی ڈالتا ہے۔آخرکار

آپ انتخاب کر سکتے ہیں کہ ان میں سے کسی ایک ڈبے میں جھانکیں یا مداخلت کا تجربہ کریں یہاں آپ کو مختلف ''حقائق'' ملیں گے: ایک ذرے کی شکل میں، اور دوسرا موجی شکل میں۔ لیکن آپ کے تجربہ کرنے کے انتخاب کو حتیٰ کہ شماریاتی طور پر بھی کسی بھی جسمانی نظریے سے تعین نہیں کیا گیا۔ کوانٹم میکینکس میں ایسی کوئی بات نہیں کہ آپ کو ایک تجربے کو دوسرے پر ترجیح دینی چاہیے۔ اگر آپ اس بات کو رد کرتے ہیں کہ شعور موجی تقریب کو ختم کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ مشاہدے سے پہلے ایٹم یا تو ذرہ تھے یا موج۔ کسی نہ کسی طرح آپ نے صرف ان ڈبوں کو دیکھنے کا انتخاب کیا جن میں ذرہ کی شکل میں ایٹم موجود تھے اور صرف ان ایٹوں کے ساتھ مداخلت کا تجربہ کرنے کا انتخاب کیا جو موجی شکل میں تھے۔ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آزاد مرضی کا انکار کیا جائے کیونکہ پھر آپ کے انتخاب کی دھوکہ دہی کائنات کی سازش اور آپ کے دماغ کی حالت اور آپ کی محسوس کردہ مرضی سے متعین ہوتی ہے۔ یہ ایک غیر فیصلہ کن کائنات کو ایک ایسی کائنات سے تبدیل کر دیتا ہے جو غیر فیصلہ کن اور سازشی ہے۔

اسی طرح وان نیومن، ویگنر، اور دیگر نے شعور کو دوبارہ فطرت میں شامل کیا اور جسمانی وجاہیت کے بند نظام کے خلاف ایک مضبوط دلیل دی جیسا کہ ہم دیکھیں گے، یہ دلیل اور بھی مضبوط ہو جاتی ہے۔

اس مرحلے پر یہ زور دینا ضروری ہے کہ یہ کوانٹم میکینکس کے حقائق کی صرف ایک تشریح ہے: کوپن ہیگن تشریح کے علاوہ، کئی دیگر قیاس آرائیاں بھی موجود ہیں جو یہ بتاتی ہیں کہ جب کوانٹم امکانات ایک حقیقت میں بدلتے ہیں تو اصل میں کیا ہوتا ہے۔ ان میں سے زیادہ تر کلاسیکی طبیعیات کی جبریت اور مشاہدہ کرنے والے کی آزادی کو بچانے کی کوشش کرتے ہیں۔

مثال کے طور پر پوشیدہ متغیرات کے نظریہ کے مطابق کوانٹم فزکس کی غیر یقینی محض ہماری لاعلمی کی وجہ سے ہے: اگر ہم زیرِ غور نظام کے بارے میں زیادہ جانتے ہوتے یعنی اگر ہم کسی ''چھپے ہوئے متغیرات'' کی قدروں کو جانتے تو غیر یقینی ختم ہو جاتی۔ تاہم کئی وجوہات کی بنا پر کوانٹم فزکس

کے عمومی ماہرین نے چھپے ہوئے متغیر نظریے کو کبھی زیادہ عزت نہیں دی۔

کوانٹم طبیعیات دان یوان سکویئرز (Euan Squires) کے مطابق ایک وجہ یہ ہے کہ چھپے ہوئے متغیر کا نظریہ "بہت پیچیدہ اور الجھا ہوا" ہے۔ ہم کوانٹم نظریے سے جوابات پہلے ہی جانتے ہیں اور پھر ایک چھپے ہوئے متغیر سے متعلق غیر فیصلہ کن نظریہ خاص طور پر یہی جوابات دینے کے لیے تشکیل دیتے ہیں۔ نتیجہ میں ملنے والا نظریہ مصنوعی اور غیر فطری معلوم ہوتا ہے۔ سکویئرز نشاندہی کرتا ہے کہ چھپے ہوئے متغیرات کے نظریہ نے کبھی زیادہ مقبولیت حاصل نہیں کی کیونکہ "کوانٹم نظریے کی دلکشی، سادگی اور معیشت چھپے ہوئے متغیر نظریہ کی مصنوعی فطرت سے سخت متصادم تھی جو اپنی پیچیدگی میں اضافہ کے بدلے کوئی نئی پیشگوئی نہیں کرتی تھی۔" پوشیدہ متغیرات کے نظریہ کو نا قابل قبول سمجھنے کی ایک اور وجہ یہ ہے کہ یہ غیر یقینی کو ختم کرنے کے لیے ایک غیر متناسب کوانٹم قوت کی موجودگی کا دعویٰ کرتا ہے جو قدرت کی دیگر چار قوتوں کے برعکس فاصلے سے بالکل متاثر نہیں ہوتی۔

"بہت سی دنیاؤں" کا مفروضہ شاید سب سے عجیب ہے۔ یہ واحد نظریہ ہے جو غیر مقامیات کے وجود کو مسترد کرتا ہے لیکن یہ ایسا اس مفروضے کے ذریعے کرتا ہے کہ کسی پیائش کی تمام ممکنہ قدریں ہمہ وقت شریک کائناتوں میں موجود ہوتی ہیں۔ جب ایک پیائش کی جاتی ہے تو ہمیں بتایا جاتا ہے کہ ہم جس کائنات میں ہیں وہ کئی کائناتوں میں تقسیم ہوجاتی ہے جن میں سے ہر ایک میں ممکنہ نتائج میں سے ایک موجود ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر کسی پیائش میں دو ممکنہ نتائج حاصل ہوسکتے ہیں تو پیائش کے لمحے میں پوری کائنات دو میں تقسیم ہوجاتی ہے جن میں ہر ممکنہ نتیجہ ہر کائنات میں ظاہر ہوتا ہے۔ اگر کسی پیائش میں ممکنہ حالتوں کا تسلسل شامل ہو جیسے ایک الیکٹران کی جگہ تو یہ تجویز کیا جاتا ہے کہ جیسے ہی ایسی پیائش ہوتی ہے تو کائنات لامتناہی تعداد میں کائناتوں میں تقسیم ہوجاتی ہے۔ چونکہ مزید یہ فرض کیا جاتا ہے کہ یہ متوازی کائناتیں ایک دوسرے کے ساتھ تعامل نہیں کرسکتیں اس لئے یہ مفروضہ مکمل طور پر نا قابل آزمائش ہے۔

بہت سے طبیعیات دانوں کی رائے میں یہ آخری دو تشریحات صرف کلاسیکی طبیعیات کی جبریت اور مشاہدہ کرنے والے کی آزادی کو بچانے کی مایوس کن کوششیں ہیں جنھیں کوانٹم میکینکس نے ترک کر دیا ہے۔مثال کے طور پر ایک تشریح چھپے ہوئے متغیرات کو فرض کر کے کلاسیکی طبیعیات سے وجوبیت (Determinism) کو بچانے کی کوشش کرتی ہے جبکہ دوسری یہ قیاس کرتی ہے کہ جو کچھ بھی ممکن ہے وہ حقیقت میں ایک لامتناہی تعداد میں مسلسل تقسیم ہوتی ہوئی متوازی کائناتوں میں واقع ہوتا ہے، چاہے یہ چیزیں ہماری مسلسل تقسیم ہوتی ہوئی خودی کے کسی بھی مخصوص صورت کو کیسی نظر آئیں۔

بہر حال یہ چار تشریحات مشاہدہ شدہ حقائق کے مطابق ہیں۔یہ وضاحت کرنے کی کوشش کرتی ہیں کہ مشاہدات کے درمیان حقیقت اصل میں کیسی ہوتی ہے، اور مادے کے ان عجیب وغریب رویوں کی وضاحت کرتی ہیں جن کی کوانٹم فزکس کے نظریے کے ذریعے حیرت انگیز اصلاح کے ساتھ پیشین گوئی کی گئی ہے۔عام طور پر انہیں حقیقت کی نوعیت کے بارے میں سائنسی نظریات نہیں سمجھا جاتا بلکہ مابعد الطبیعاتی (Metaphysical) نظریات کہا جاتا ہے کیونکہ کوانٹم میکینکس میں اس وقت ایسا کوئی واضح تجربہ موجود نہیں جو ان کے درمیان فیصلہ کر سکے۔

فزکس دان جے۔سی۔پولکنگ ہورن (J. C. Polkinghorne) اس مابعد الطبیعاتی الجھن کو بیان کرتا ہے جو بہت سے کوانٹم نظریہ دان محسوس کرتے ہیں:

> ’’یہ ایک عجیب کہانی ہے۔دنیا بھر میں کوانٹم میکینکل نظاموں پر مسلسل پیمائشیں کی جا رہی ہیں۔یہ نظریہ اپنی امکانی حدود کے اندر پیش گوئی کرتا ہے کہ ان کے نتائج کیا ہوں گے۔یہ سب ایک زبردست کامیابی ہے۔لیکن ہمیں یہ سمجھ نہیں آتا کہ کیا ہو رہا ہے۔کیا کسی خاص موقع پر استحکام محض ایک ذہنی علم کے عمل کے طور پر قائم ہوتا ہے؟ چھوٹے سے بڑے جسمانی نظاموں کی منتقلی کے وقت؟ یا مادہ اور ذہن کے اس سنگم پر

جو ہم شعور کہتے ہیں؟ یا کائنات نے خود کو تقسیم کر کے ان میں سے کسی ایک بعد کی دنیا میں یہ عمل مکمل کیا ہے؟"

ممکن ہے کہ ایک تشریح دوسری کے مقابلے میں زیادہ سادہ یا منطقی طور پر ہم آہنگ ہو یا شاید کسی ایک تشریح کو جمالیاتی طور پر دوسروں کے مقابلے میں زیادہ پسند کیا جائے۔ یہ خیالات ایک تشریح کو دوسری پر ترجیح دینے کے لیے فلسفیانہ وجوہات فراہم کر سکتے ہیں لیکن ایسی وجوہات کو حتمی نہیں سمجھا جا سکتا۔ تاہم جرمن فزکس دان ہیلموت شمٹ (Helmut Schmidt) اور دیگر کے تجربات کا ایک دلچسپ سلسلہ ظاہر کرتا ہے کہ شعوری ارادہ خالصتاً بے ترتیب کوانٹم مظاہر کے طرز عمل کو متاثر کر سکتا ہے۔ کیا کوئی ایسا تجربہ ڈیزائن کیا جا سکتا ہے جو وون نیومن (von Neumann) تشریح کی جانچ کرے؟

وون نیومن تشریح میں شعور کوانٹم میکینکس کے مرکزی عنصر کے طور پر اہم ہے۔ اس تشریح کے مطابق کوانٹم مظاہر کی کچھ خصوصیات کسی معین حالت میں اس وقت تک موجود نہیں ہوتیں جب تک کہ ایک شعوری ذہن مداخلت نہ کرے جس پر امکانات کی موجی تقریب ایک واحد حالت میں گر جاتی ہے۔ اس تشریح کی عمومی شکل کے مطابق مشاہدہ کرنے والا موجی تقریب کو کسی منفرد نتیجے پر گرا سکتا ہے لیکن اس پر اثر انداز نہیں ہو سکتا کہ کون سا نتیجہ اصل میں وقوع پذیر ہوگا: اصل نتیجہ قدرت کے ذریعے موجی تقریب میں موجود حدود سے بے ترتیب طور پر منتخب کیا جاتا ہے۔ لیکن جرمن فزکس دان ہیلموت شمٹ اور دیگر کے تجربات اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ مشاہدہ کرنے والے کا شعور نہ صرف موجی تقریب کو ایک منفرد نتیجے پر گرا سکتا ہے بلکہ مطلوبہ سمت میں امکانات کو منتقل کر کے یہ وضاحت کر سکتا ہے کہ کون سا نتیجہ ظاہر ہو۔

عنوان مسلمانی

(عنوان دوم: حق باری تعالیٰ کی معرفت کے بیان میں)

(امام غزالیؒ)

فصل: جو لوگ علم طبیعی کے عالم اور علم نجوم سے واقف ہیں وہ بے چارے محروم ہیں کیونکہ وہ کاموں کو عناصر و ستاروں کے سپرد کرتے ہیں۔ ان کی مثالیں ایسی ہیں جیسے چیونٹی کاغذ پر چلے اور کاغذ دیکھے کہ سیاہ ہوتا جا رہا ہے۔ اور اس پر نقش بنتا جا رہا ہے پھر غور کر کے قلم کی نوک کو دیکھے اور خوش ہو کہ میں نے اس کام کی حقیقت پہچان لی اور فراغت پائی۔ کاغذ پر یہ نقش قلم ہی بناتا ہے۔ بس یہی حال علم طبیعی کے عالم کا ہے کہ اخیر درجہ کے محرک کے سوا کچھ نہیں جانتا۔ اس چیونٹی کے بعد دوسری چیونٹی جس کی آنکھ بڑی اور نگاہ تیز ہو آئے اور پہلی چیونٹی سے کہے تو نے غلطی کی، میں تو اس قلم کو تابع دیکھتی ہوں۔ قلم کے علاوہ ایک اور چیز بھی دیکھتی ہوں، وہ نقاشی کرتی ہے، قلم نقاشی نہیں کرتا۔ قلم انگلیوں کا تابع ہے۔ یہی نجومی کی مثال ہے کہ علم طبیعی سے اس کی نگاہ دور پہنچی، اس نے دیکھا کہ طابع ستاروں کے مسخر اور مطیع ہیں لیکن نہ سمجھا کہ ستارے فرشتوں کے اختیار میں ہیں، اور ان درجوں پر جو کہ اس کی سمجھ اور علم سے اعلیٰ تھے پہنچ نہ سکا۔ جس طرح منجم اور طبیعی کے درمیان عالم اجسام میں یہ فرق ہے اور اسی وجہ سے اختلاف واقع ہوتا ہے۔ اسی طرح ان لوگوں کے درمیان جو عالم ارواح میں ترقی کرتے ہیں اختلاف واقع ہوتا ہے کہ اکثر نے عالم اجسام سے ترقی نہ کی اور علم اجسام سے باہر انہوں نے کوئی چیز نہ پائی وہ لوگ پہلے ہی درجہ پر رہ گئے۔ عالم ارواح کی طرف جو معراج کی راہ ہے ان پر بند ہوگئی اور عالم ارواح یعنی عالم انوار میں بھی اسی طرح سب دشوار گزار

راہیں اور رکاوٹیں ہیں۔ان میں سے بعض کے ستاروں بعض کے ماہتاب اور بعض کے درجات آفتاب کی طرح ہیں اور یہ ان لوگوں کی معراج کے مراتب ہیں جنہیں حق تعالیٰ ملکوت وآسمان دکھاتا ہے۔جیسا کہ خداتعالیٰ نے فرمایا: وَكَذٰلِكَ نُرِىٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ. (سورۃ الانعام ۶۔آیت ۷۵) اور اسی طرح ہم نے دکھائی ابراہیمؑ کوآسمانوں اور زمین کی بادشاہی۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: اِنِّىْ وَجَّهْتُ وَجْهِىَ لِلَّذِىْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ. (سورۃ الانعام ۶۔آیت ۷۹) تحقیق کہ میں نے متوجہ کیا اپنے منہ کو اس کی طرف جس نے بنایا آسمانوں اور زمین کو۔اور اسی لئے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا: اِنَّ لِلّٰهِ سَبعِينَ اَلفَ حِجَابًا مِّن نُورٍ لَو كَشَفَهَا لَاَحتَرَقَت سَبحَات وَجهِهٖ كُلَّ مَن اَدرَكَ بَصَرَهٗ. بے شک اللہ کے لئے ستر ہزار نور کے پردے ہیں اگر اٹھائے ان کو تو بے شک جلا دیں تجلیاں اس کے رخ کی ان سب کو جن پر اس کی نظر پڑے۔

کتاب مشکوٰۃ الانوار اور مصباح الاسرار میں ہم نے اس مطلب کی تفصیل وشرح لکھی ہے وہاں دیکھنا چاہئے۔اے عزیز! مقصود یہ ہے تو اس بات کو جانے کہ بے چارے علم طبیعی کے عالم نے کسی چیز کو سردی، گرمی کے جو حوالے کیا ہے، درست کیا ہے۔اگر گرمی سردی اسباب الٰہی کے درمیان نہ ہوتی تو علم طب باطل ہو جاتا۔لیکن اس اعتبار سے خطا کی کہ اس کی نگاہ کم اور کوتاہ تھی، مدد نہ کر سکی، پہلی منزل میں رہ گیا اور گرمی سردی کو اصل ٹھہرایا۔مسخر نہ سمجھا اور ان ہی کو مالک جانا، نوکر نہ سمجھا۔حالانکہ گرمی سردی ان بے قدر نوکروں میں سے ہے جو جوتوں کے پاس والی صف میں کھڑے رہتے ہیں اور نجومی نے جو ستاروں کو اسباب الٰہی میں داخل کیا تو سچ کہا اس لئے کہ گرمی میں گرمی اس وجہ سے ہوتی ہے کہ آفتاب وسط آسمان کے

نزدیک اور جاڑے میں دور ہوتا ہے۔اور جس خدا کی قدرت میں یہ ہے کہ آفتاب کو گرم و روشن بنانا کیا تعجب کہ زحل کو سرد خشک اور زہرہ کو گرم تر پیدا کرے۔یہ سمجھ ایمان میں کچھ خلل نہیں ڈالتی ،لیکن نجومی نے یہ غلطی کی کہ ستاروں کو اصل سمجھا اور کاموں کو ان ہی کے سپرد جانا اور ستاروں کا مسخر ہونا نہ دیکھا۔الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ۔(سورۃ الرحمان ۵۵۔آیت ۵) اور سورج اور چاند حساب کے ساتھ چلتے ہیں۔وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومُ مُسَخَّرَاتٌ بِأَمْرِهِ۔(سورۃ النحل ۱۶۔آیت ۱۲) سورج اور چاند اور ستارے اس کے حکم کے مطیع ہیں۔

نہ سمجھا کہ مسخر وہ ہے جسے کام میں لائیں تو ستارے کارگزار ہیں،اپنی طرف سے کام نہیں کرتے بلکہ جس طرح پٹھے اعضاء کو حرکت دیتے ہیں،اس کی طرف سے کام میں آتے ہیں جو دماغ میں ہے،اسی طرح ستارے بھی ان فرشتوں کے واسطے سے کام میں رہتے ہیں۔کام میں لگے ہوئے ہیں اور ستارے بھی اگر چہ نقیبوں کے درجے سے کم رتبہ نوکر ہیں لیکن چار طبائع جو کاتب کے قلم کی طرح سب سے اخیر درجہ کے فرماں بردار ہیں ان کی طرح ستارہ اخیر درجہ کے نوکروں میں نہیں جو جوتوں کی صف میں رہتے ہیں۔

فصل: لوگوں میں ایسے بہت سے اختلاف ہیں کہ ایک ایک لحاظ سے ہر ایک کی باتیں سچ اور درست ہیں لیکن لوگ ایک چیز کا کچھ حصہ دیکھتے ہیں اور کچھ نہیں دیکھتے اور سمجھتے ہیں کہ ہم نے اس کو پورا دیکھ لیا ہے۔ان لوگوں کی یہ مثال ہے جیسے اندھوں کا حال کہ اندھے جب سنتے ہیں کہ ان کے شہر میں ہاتھی آیا ہے تو اس کو پہچانتے جاتے اور سمجھتے ہیں کہ اس کو ہاتھ سے پہچان سکیں گے،اور ہاتھ سے ٹٹولتے ہیں۔کسی کا ہاتھ ہاتھی کے کان پر پڑتا ہے،کسی کا پاؤں پر،کسی کا دانت پر،یہ اندھے جب اور اندھوں کے پاس جاتے ہیں اور وہ ان سے ہاتھی کی صورت دریافت کرتے ہیں تو ان میں سے جس اندھے کا ہاتھ ہاتھی کے پاؤں پر پڑا تھا،

وہ کہتا ہے کہ ہاتھی ایسا ہوتا ہے جیسے درخت کا تنا اور جس کا ہاتھ دانت پر پڑا تھا وہ کہتا ہے ہاتھی ایسا ہوتا ہے جیسے ستون اور جس کا ہاتھ کان پر پڑا تھا وہ کہتا ہے کہ ہاتھی ایسا ہوتا ہے جیسے کمبل۔ تو سب ایک ایک اعتبار سے سچ کہتے ہیں اور اس لحاظ سے دھوکا بھی کھاتے ہیں کہ یہ سمجھ بیٹھتے ہیں کہ ہم نے تمام ہاتھی کو پہچان لیا اور حقیقت میں پورے ہاتھی کو نہیں پہچانا تھا۔ اسی طرح نجومی اور طبیعی کی آنکھ نے خدا تعالیٰ کے ایک نوکر اور فرماں روا کو دیکھا، اس کی سلطنت قاہرہ اور قدرت کاملہ سے دنگ ہو کر نوکر کو کہا کہ یہی بادشاہ ہے۔ هٰذَا رَبِّی۔

جب کسی نے راہ راست بتائی اور جن کو اپنا رب سمجھا ہوا تھا، ان سب کا نقص بھی اس نے دیکھا اور ان کے علاوہ دوسرے کو دیکھا تو کہا کہ جسے میں رب سمجھتا تھا وہ تو اور کے حکم کے تابع ہے اور جو دوسرے کے حکم کے تابع ہے وہ خدائی کے لائق نہیں۔

لَا اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ۔ میں غروب ہو جانے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

فصل: کواکب و طبائع اور بروج و فلک الکواکب جو بارہ برجوں پر تقسیم ہیں اور ان کے علاوہ عرش عظیم ہے ایک اعتبار سے ان سب کی مثال اس بادشاہ کی سی ہے جس کا ایک خاص کمرہ ہو اور اس کا وزیر اس کمرہ میں بیٹھا ہو اور اس کمرہ کے اردگرد دروازوں کا پردہ ہو اور ہر ہر دروازہ میں اس وزیر کا ایک ایک سنتری بیٹھا ہو، اور سات نقیب جو سوار ہوں باہر سے ان دروازوں کے گرد گھومتے ہوں اور پیش دستوں کو وزیر کے جو احکام ہوں سناتے ہوں، اور چار پیادے ان سات سے دور کھڑے ہوں اور ان سواروں کو دیکھ رہے ہوں کہ در دولت سے انہیں کیا حکم ملتا ہے اور ان چار پیادوں کے ہاتھ میں چار کمندیں ہوں کہ انہیں ڈال کسی گروہ کو حکم کے موافق درگاہ میں کریں۔ کسی گروہ کو خلعت اور کسی کو سزا اور اذیت دیں۔ عرش کمرہ خاص کی مانند اور وزیر مملکت کے بیٹھنے کی جگہ ہے۔ اور وہ وزیر ایک بڑا مقرب فرشتہ اور تاروں

والا آسمان پردہ ہے۔بارہ برج بارہ دروازے ہیں اوراس وزیر کے نائب وفرشتے ہیں۔ان فرشتوں کا درجہ اس مقرب فرشتہ کے درجے سے کم ہے۔اوران فرشتوں میں سے ہرایک کے ایک ایک کام سپرد ہےاور سات ستارے سات سوار ہیں کہ نقیبوں کی طرح ان دروازوں کے گردہمیشہ پھرتے رہتے ہیں اور ہر دروازے سے انہیں ایک ایک قسم کا حکم پہنچتا رہتا ہے۔اور جن کو عناصر اربعہ کہتے ہیں یعنی آگ، پانی، خاک، اور ہوا چاروں پیادوں کی مانند ہیں کہ اپنے وطن سے باہر نہیں جاتے اور چار طبیعتیں یعنی گرمی، سردی، تری، خشکی چار کمندیں ان پیادوں کے ہاتھ میں ہیں مثلاً جب کسی کا حال خراب ہو جائے یعنی دنیا سے اپنا منہ پھیرے اور رنج ودرد اس پر غالب ہو جائے، دنیا کی نعمتیں اسے دل سے بری معلوم ہونے لگیں اورانجام کار کار رنج وفکرا سے گھیر لے تو طبیب کہے گا کہ یہ بیمار ہےاوراس بیماری کو مالی خولیا کہتے ہیں۔ اس کا علاج افتیمون کا جوشاندہ ہے۔طبیعی کہے گا کہ خشکی جب دماغ میں غالب ہو جاتی ہے، اس وقت یہ بیماری پیدا ہوتی ہےاور جاڑوں کی ہوا اس خشکی کا سبب ہے۔جب تک فصل بہار نہ آئے اور ہوا میں رطوبت نہ آجائے یہ بیمار اچھا نہ ہوگا۔اور نجومی کہے گا کہ اس شخص کو وہم ہے عطارد کو مریخ سے جب منحوس مشاکلت ہوتی ہے تو وہم پیدا ہوتا ہے۔ جب تک عطارد سعیدین کے مقابلے یا تثلیت پر نہ آئے گا اس شخص کا حال درست نہ ہوگا۔طبیب طبیعی اور نجومی سب سچ کہتے ہیں۔ذَالِکَ مُبلَغهم مِنَ العِلمِ۔ان کا مبلغ علم اتنا ہی ہے۔

یہ بات کہ حضرت ربوبیت سے اس شخص کی سعادت کا حکم ہوا اور دو نقیب آزمودہ کار یعنی عطارد و مریخ کو اس لیے بھیجا کہ درگاہ الٰہی کے پیادوں میں سے ایک پیادہ یعنی ہوا، خشکی کی کمند ڈالے اوراس شخص کے دماغ میں خشکی ڈال دےاور دنیا کی لذتوں کی طرف سے اس شخص کا منہ پھیر دے۔ ڈرگیا اور تکلیف کے کوڑے مار کر اور قصد و طلب کی مہار پھیر کر اسے درگاہ الٰہی میں بلائے نہ علم طب میں ہے نہ علم طبعی و نجوم میں بلکہ یہ گوہر آبدار علم نبوت کے

ناپیدا کنار سے نکلتا ہے۔یعنی یہ بات علم نبوت کے عالم سے معلوم ہوتی ہے جو مملکت کے سب کناروں اور جناب احادیت کے سب عالموں نقیبوں اور نوکروں کو محیط ہے اور پہچانتا ہے کہ ہر ایک عامل وغیرہ کس کام کے لئے ہیں اور کس کے حکم سے حرکت کرتے ہیں۔خلق کو کہاں بلاتے کہاں سے باز رکھتے ہیں تو ہر ایک نے جو کہا سچ کہا لیکن بادشاہ مملکت اور تمام سپہ سالاروں کے راز سے خبر نہ ہوئی۔خدا تعالیٰ اسی طرح بلا بیماری اور خیال تکلیف سے لوگوں کو اپنے حضور بلاتا ہے اور فرماتا ہے کہ یہ بیماری نہیں، ہماری مہربانی کی کمند ہے۔ ہم اپنے دوستوں کو اس کمند کے ذریعے اپنے حضور بلاتے ہیں: ان البلآ موکل بالالنبیآء ثم الا ولیآء ثم الامثل فالامثل ۔ بے شک بلا مقرر کی گئی ہے انبیاء پر پھر اولیاء پر درجہ بدرجہ۔ بیمار جان نہ دیکھو کہ یہ میرے خاص بندے ہیں: مَرَضتُ فَلَم تَعِدنِی ۔(میں بیمار ہوا تو نے میری عیادت نہ کی۔) انہیں کی شان میں آیا ہے۔آدمی کی بادشاہی جو اس کے بدن کے اندر ہے اس کا حال پہلی مثال سے معلوم ہوا، اور آدمی کی بادشاہی جو اس کے بدن سے باہر ہے اس کا حال دوسری مثال سے واضح ہوتا ہے، اور اسی بناء پر بدن سے باہر کی بادشاہی کی پہچان بھی اپنے آپ کو پہچاننے سے حاصل ہوتی ہے۔اسی وجہ سے ہم نے معرفت نفس کو پہلا عنوان قرار دیا یعنی اسے پہلے بیان کیا۔

نوٹ برائے قارئین

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے سالانہ اجتماع کی تاریخ میں تبدیلی کردی گئی ہے

اجتماع اب 17، 18 اکتوبر بروز جمعہ، ہفتہ کو منعقد ہوگا۔

تمام احباب اپنی شرکت اسی تاریخ کے مطابق یقینی بنائیں۔

مزید برآں! موسم کے لحاظ سے چادر یا گرم کپڑے اپنے ہمراہ ضرور لائیں

حجۃ اللہ البالغہ

(مبحث اول: تکلیف شرعی اور جزا وسزا کے بیان میں)

(عربی: شاہ ولی اللہ، ترجمہ: مولانا خلیل احمد بن مولانا سراج احمد)

باب ۹: لوگ پیدائش میں مختلف ہیں یہی وجہ ہے کہ ان کے اخلاق، ان کے اعمال وکمال کے درجے اور مرتبے مختلف ہوتے ہیں:

اس کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ سے روایت ہے کہ

اذا سمعتم زال عن مکانه فصدقوا، واذا سمعتم برجل تغیر عن خلقه فلا تصدقوا به، وانه یصیر الی ما جبل علیه۔

اگر تم سنو کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ گیا تو اس کا یقین کر لینا اور اگر کسی شخص کو سنو کہ اس کی جبلی عادت بدل گئی تو اس کا یقین مت کرنا۔ وہ پھر پیدائشی عادت کی طرف منتقل ہو جائے گا اور آپ ﷺ نے فرمایا:

الا ان بنی ادم خلقوا اعلیٰ طبقات شتیٰ فمنهم من یولد مؤمناً فذکر الحدیث بطوله۔

لوگ مختلف درجوں کے پیدا کیے گئے ہیں۔ بعض مسلمان پیدا کیے گئے ہیں۔ آخر حدیث تک غصہ اور قرض کے تقاضے میں ان کے درجوں کا ذکر فرمایا۔ اور فرمایا:

الناس معادن کمعادن الذهب والفضّة۔

جیسی سونے چاندی کی کانیں ہیں، ایسے ہی آدمیوں کی کانیں ہیں۔ اور خدا تعالیٰ نے فرمایا:

قُلْ كُلٌّ يَعْمَلُ عَلَى شَاكِلَتِه۔ (سورۃ الاسراء ۱۷۔ آیت ۸۴)

یعنی اسی طریقے پر ہر شخص عمل کرتا ہے جس پر وہ پیدا کیا گیا ہے۔ اگر تم کو اس کا معلوم کرنا ہے کہ اس بات میں مجھ پر خدا نے کیا منکشف کیا ہے اور ان احادیث کے معنی مجھ کو کیا بتائے ہیں تو سمجھو کہ ملکی قوت خدا نے لوگوں میں دو طرح پر پیدا کی ہے: ایک اس طرح پر کہ ملاء اعلیٰ کی حالت سے اس کو مناسبت ہوتی ہے، جن کی شان یہ ہے کہ اسماء اور صفت کے علوم سے وہ رنگین رہتے ہیں۔ عالم جبروت کی باریکیوں سے واقف ہوتے ہیں۔ محیط طور پر انتظامی امور کو حاصل کرتے رہتے ہیں اور ان امور کو وجود میں لانے کے لئے ہمت کو جمع کرتے ہیں۔ اور دوسری اس طرح پر ہوتی ہے کہ اس کو ملاء اسفل کے فرشتوں سے مناسبت ہوتی ہے۔ جن کا یہ کام ہے کہ جس خواہش کا اوپر کی جانب سے حال معلوم ہوا فوراً اس کے لئے آمادہ ہو گئے، نہ اس کا احاطہ کیا، نہ وہاں ہمت جمع ہوتی ہے، نہ ان کو اس سے پوری واقفیت ہوتی ہے۔ وہ سراپا نور ہوتے ہیں، بہیمی آلودگیوں سے بالکل پاک۔

اور اس پر قوت بہیمی بھی ان میں دو ہی طرح سے پیدا ہوتی ہے۔ بعض حالتوں میں بہیمیت کے اثر نہایت شدت سے ان میں جمع ہوتے ہیں جیسے کہ مست اونٹ جو نہایت قوی ہو، پیدائش ہی سے اس کو بہت سی غذا ملی ہو اور مناسب تدبیر سے اس کی تربیت ہوئی ہو۔ اس لئے بڑا اتناور اور مضبوط ہو گیا ہو، بلند آواز ہو، سخت گیر ہو، اس کے قصد میں کسی قسم کی روک نہ ہو، اس میں بڑی اینٹھ ہو، غصہ اور کینہ اس میں بشدت ہو، شہوانی قوت زیادہ ہو، ہر بات میں دوسرے پر غلبہ چاہتا ہو، توانا دل ہو۔

اور بعض میں بہیمت کے اثر نہایت ضعیف ہوتے ہیں جیسا کہ کوئی حیوان خصی، ناقص الخلقت۔ جس کا نشو و نما خشک سالی میں ہو، نامناسب تدبیروں سے اس کی تربیت ہو، اس کا جسم کمزور حقیر ہو، آواز ریک زم ہو، بزدل کم ہمت ہو، دوسروں کے مقابلے میں غلبہ اور

فتح مندی کی اس کو پرواہ نہ ہو۔ اوران دونوں قوتوں کی ایک خاص جبلی حالت ہے جو کہ ان میں سے ایک خاص قوت کو ٹھیرا دیتی ہے اور اس کے بعد کسی اور اختیاری امور سے اس کو قوت اور مدد پہنچتی ہے۔

جب یہ دونوں قوتیں کسی میں جمع ہوتی ہیں تو اس کے جمع ہونے کے بھی دو طریقے ہیں۔ کبھی تو باہمی مزاحمت کے بعد ان دونوں کا اجتماع ہو جاتا ہے۔ اس طرح پر کہ ہر ایک قوت اپنی اپنی خواہشوں کی طلب میں سرگرم ہوتی ہے۔ اپنی اپنی انتہائی اغراض میں کامیاب ہونے کی منتظر رہتی ہے۔ اپنے اپنے ذاتی مسلک اور طریقوں کے حاصل کرنے کا قصد کرتے رہتے ہیں اس لئے ان میں باہم جذب اور کشش رہا کرتی ہے۔ اس کا غلبہ ہوا تو دوسری میں پژمردگی آ گئی۔ وعلیٰ ہذا۔

کبھی باہم دونوں میں مصالحت ہو جاتی ہے۔ اس طرح ملکی قوۃ اپنے خالص احکام کی طالب نہیں ہوتی بلکہ ان احکام پر بس کرتی ہے جو قریب قریب ہیں جیسے دانائی، نفس کی فیاضی، طبعیت کی پارسائی۔ اپنے نفع ذاتی پر عام منفعیت کو پسند کرنا، موجودہ خواہشوں پر اکتفا نہ کرنا، بلکہ آئندہ نتیجہ کا انتظار کرنا، اپنے تعلق کی تمام چیزوں میں صفائی اور ستھرے پن کو محبوب سمجھنا، اور ایسے ہی قوت بہیمی بھی اپنی خالص رغبتوں کا مطالبہ نہیں کرتی بلکہ یہ امور ایک رائے کلی سے دور نہیں ہوتے اور اس سے زیادہ مخالف نہیں ہوتے، ان کو اپنا شیوہ کر لیتی ہے۔ ان دونوں قوتوں میں باہم میل جول ہو کر ایک ایسا مزاج حاصل ہو جاتا ہے جس میں باہمی مخالفت کے اثر نہیں ہوتے۔

ملکیت اور بہیمیت اور ان کے باہمی میل جول کے دو دو کنارے ہیں اور ایک درجہ توسط کا ہے، کچھ کنارے کے قریب ہیں اور بعض توسط کے قریب ہیں۔ اس طرح پر بے

نہایت درجے ان میں ہو گئے ہیں لیکن اصلی اقسام جن کے احکام جدا جدا ہیں اور ان کے قسموں کے معلوم ہونے سے اور اقسام کا حال بھی معلوم ہو جاتا ہے آٹھ ہیں۔اس طرح پر کہ جب ان دونوں قوتوں میں باہمی کشش سے میل ہو جاتا ہے تو ان کی چار صورتیں ہوتی ہیں۔ ملکیہ بلند و قوی بہیمیہ کی حالت قوی یا ضعیف ایسے ہی ملکیہ ضعیف اور اس کے ساتھ ملکیت قوی یا ضعیف۔اور ایسے ہی چار قسمیں اس صورت میں کہ ان دونوں قوتوں میں باہمی میل و مصالحت ہو جائے ہر ایک قسم کا حکم جدا ہے جس میں تبدیلی نہیں ہوتی۔خدا نے جس کو ان کے احکام معلوم کرنے کی توفیق دی ہے۔اس سے اکثر پریشانیوں کو آرام مل جاتا ہے۔

باب ۱۰: ان ارادوں کے اسباب جو کاموں کے باعث ہوتے ہیں:

معلوم کرو کہ آدمی جن ارادوں کو اپنے دل میں پاتا ہے اور انہیں ارادوں کے موافق اس کو کام کرنے کی آمادگی ہوتی ہے۔ضرورت ہے کہ ان ارادوں کے کچھ نہ کچھ اسباب ہوں گے۔خدا کا طریقہ جیسے کہ اور نا پیداشدہ اشیاء میں ہے ویسا ہی یہاں بھی ہو گا۔غور اور تجربہ سے یہ امر ظاہر ہوتا ہے کہ منجملہ ان اسباب کے سب سے بڑا سبب آدمی کی ذاتی پیدائش ہے جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے اس حدیث میں ذکر فرمایا ہے جس کو ہم نے پہلے بیان فرمایا ہے۔

(کل مولود و یولد علیٰ فطرۃ الاسلام)

انہیں اسباب میں سے آدمی کا پیدائشی مزاج ہے جو خورد و نوش وغیرہ کی محیط تدبیر سے متغیر رہتا ہے۔مثلاً گرسنہ کھانے کو طلب کرتا ہے اور تشنہ پانی کو اور خواہش نفسانی والا عورتوں کی جانب مائل ہوتا ہے۔اکثر لوگ مقوی باہ غذاؤں کا استعمال کرتے ہیں تو ان کو عورتوں کیطرف میلان ہو جاتا ہے۔ان کے دلوں میں ایسے ہی ایسے خیالات اور وسوسے گذرتے ہیں جن کو عورتوں سے تعلق ہوتا ہے۔ایسی حالت سے اکثر کاموں کا جوش لوگوں

کے دلوں میں پیدا ہو جاتا ہے۔ اکثر لوگ سخت غذاؤں کا استعمال کرتے ہیں، ان سے وہ سنگدل ہو جاتے ہیں، قتل پر آمادہ ہوتے ہیں۔ ایسے ایسے موقعوں پر غصہ ظاہر کرتے ہیں جہاں اوروں کو غصہ نہیں آتا۔ اور جب یہی لوگ روزہ نماز سے ریاضت نفس کرتے ہیں یا بڑے بوڑھے ہو جاتے ہیں یا کوئی سخت بیماری ان کو لاحق ہوتی ہے تو اکثر پہلی حالتیں بدل جاتی ہیں، دل نرم ہو جاتے ہیں، نفوس پاکیزہ ہو جاتے ہیں، اس لئے تم بوڑھوں اور جوانوں کی حالت میں بڑا فرق دیکھتے ہو۔ آنحضرت ﷺ نے روزہ کی حالت میں بوڑھے آدمی کو بوسہ کی اجازت دی ہے اور جوان کو اس کی اجازت نہیں دی۔

اور انہیں اسباب میں سے عادات اور مالوف چیزیں ہیں اس لئے کہ جس شخص کو جب کسی چیز سے تعلق ہو جاتا ہے اور اسی کی مناسب صورتیں اور شکلیں اس کے دل میں جم جاتی ہیں تو اکثر خواہشوں اور ارادوں کی جانب اس کا میلان ہو جاتا ہے۔

انہیں اسباب سے یہ بھی ہے کہ بعض اوقات نفس ناطقہ قوت بہیمیہ کی قید سے آزاد ہو جاتا ہے اور مقام ملاء اعلیٰ سے جیسا کہ اس کے لئے آسان ہو وہ ایک نورانی ہیئت کو اخذ کر لیتا ہے۔ کبھی یہ ہیئت انس وطمانیت کی قسم سے ہوتی ہے اور کبھی اس سے کسی کام کرنے کا عزم پیدا ہوتا ہے۔ اور انہیں اسباب میں سے یہ ہے کہ بعض دنی نفوس شیاطین سے متاثر ہو جاتے ہیں ، ان کا بعض رنگ ان نفوس پر چڑھ جاتا ہے اور اکثر ارادے اور کام ایسی حالت اور ہیئت سے ہوتے ہیں۔ معلوم کرو کہ خوابوں کا حال بھی ارادوں ہی کا سا ہوتا ہے مگر یہ فرق ہے کہ تجرید نفس کی حالت میں ارادوں کی صورتیں نفس کے سامنے متمثل ہوا کرتی ہیں۔ محمد ابن سیرین نے فرمایا ہے کہ خواب تین قسم کے ہوتے ہیں ا) نفس کی بات، ۲) شیاطین کا ڈرانا، ۳) خدا کی جانب سے مژدہ۔ واللہ اعلم۔

باب ۱۱: اعمال کی نفس کے ساتھ چسپیدگی اور اعمال کی یادداشت نفس میں:

خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَكُلَّ إِنسَانٍ أَلْزَمْنَاهُ طَائِرَهُ فِي عُنُقِهِ وَنُخْرِجُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كِتَابًا يَلْقَاهُ مَنشُورًا ۔ اقْرَأْ كِتَابَكَ كَفَىٰ بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا ۔

(سورۃ الاسراء ۱۷: آیات ۱۴-۱۳)

ہر شخص کے عمل کو ہم نے اس کی گردن میں چپکا دیا ہے۔ قیامت کے روز ہم اس کے سامنے ایک کھلی ہوئی کتاب کو پیش کریں گے، جس سے وہ ملے گا اور کہیں گے: اپنی کتاب کو پڑھ، آج تیرا نفس ہی حساب کرنے کو کافی ہے۔

آنحضور ﷺ نے پروردگار تبارک و تعالیٰ کی نقل سے فرمایا کہ بے شک یہ تمہارے اعمال ہیں ان کو میں تم پر شمار کرتا ہوں، ان اعمال کو تمہارے لئے پورا کرتا ہوں، جو شخص بھلائی پاوے وہ خدا کا شکر کرے، اور جو اس کے علاوہ کچھ اور پاوے وہ اپنے ہی نفس کو ملامت کرے۔ اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے: نفس آرزو اور خواہش کرتا ہے اور شرمگاہ اس کو سچ کر دیتی ہے یا اس کی تکذیب کر دیتی ہے۔ معلوم کرو کہ آدمی جن اعمال کا اہتمام سے قصد کرتا ہے اور جو اخلاق کہ اس میں جمے ہوئے ہیں وہ سب نفس ناطقہ کی جڑ سے نکلتے ہیں پھر اسی کی طرف رجوع کرتے ہیں اور نفس کے دامن کو چمٹ کر اس کو گھیر لیتے ہیں۔

نفس سے نکلنے کی یہ وجہ ہے کہ تم کو معلوم ہو چکا ہے کہ قوت ملکی و بہیمی اور ان دونوں کی جمع ہونے کی مختلف قسمیں ہیں، ہر قسم کا حکم جدا ہے: مزاج طبعی کا غالب ہو جانا، فرشتوں اور شیاطین سے رنگین ہونا، ایسے اور اسباب کا غلبہ اس انداز سے ہوتا ہے جو پیدائش انسانی کا عطیہ ہوتا ہے اور پیدائش سے اس کو مناسبت ہوتی ہے۔ اسی واسطے ان سب کا مآل نفس ہے بواسطہ یا بلا واسطہ۔

دیکھو مخنث کی پیدائش ابتداء ایک رکیک مزاج پر ہوتی ہے۔ پہچاننے والا اس مزاج سے معلوم کرلیتا ہے کہ اگر وہ اسی رکیک مزاج پر جوان ہو گیا تو عورتوں کی سی عادات اختیار کرلے گا، انہیں کے ہم لباس ہوگا، اور انہیں کے رسم ورواج کا شوقین ہوگا۔ ایسے ہی طبیب معلوم کرلیتا ہے کہ کوئی لڑکا اگر اپنے اسی مزاج پر جوان ہوتا گیا اور کوئی ناگہان عارضہ پیش نہ آیا تو توانا اور تیز ہوگا یا ناتواں اور کند ہوگا۔

اور اخلاق کا نفس کی طرف عائد ہونا اس طرح پر ہے کہ جب کوئی شخص کسی کام کو برابر کرتا رہتا ہے اور اس کو بکثرت کرتا ہے تو اس کا عادی ہو جاتا ہے، پھر وہ بآسانی اس کو کرسکتا ہے اور کچھ غور وفکر اور ارادہ کی محنت برداشت کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی اس لئے یہ ضروری ہوتا ہے کہ نفس اس کام سے متاثر ہو جاتا ہے۔ اس کا رنگ قبول کرلیتا ہے۔ اور ان ایک جنس اعمال میں سے ہر ایک عمل کو اس تاثیر میں دخل ہوتا ہے اگرچہ یہ تاثیر باریک اور مخفی المکان ہو۔ آنحضرت ﷺ کے اس قول میں اسی طرف اشارہ ہے کہ چٹائی کی طرح مرتبہ بمرتبہ فتنے دلوں کو احاطہ کیے ہوئے ہیں، جس دل میں وہ فتنے بیٹھ جاتے ہیں اس میں ایک سیاہ نقطہ پیدا ہو جاتا ہے اور جو دل ان سے بیزار ہوتا ہے اس میں ایک سفید نقطہ پیدا ہو جاتا ہے حتیٰ کہ وہ فتنے دو دلوں پر منتقل ہوتے ہیں۔ ایک سپید صاف پتھر کی طرح جب تک کہ آسمان اور زمین ہیں کوئی فتنہ اس دل کو مضر نہیں ہوتا اور دوسرا دل سیاہ ہوتا ہے غبار آلودہ ہوتا ہے جیسا کہ کج کوزہ نہ کسی نیک کام کو پہچانتا ہے نہ برے کام کو وہاں صرف اس خواہش کو پہچانتا ہے جو اس میں بیٹھی ہوئی ہوتی ہے۔

اعمال کا نفس کے دامن کو پکڑنا اس طرح پر ہوتا ہے کہ نفس اول مرتبہ ہیولانیت کی حالت میں پیدا کیا جاتا ہے اور ان سب رنگوں سے خالی ہوتا ہے جو اس پر چڑھتے رہتے ہیں۔

اس کے بعد روز بروز ہمیشہ وہ قوت سے فعلیۃ کی طرف خارج ہوتا رہتا ہے اور جو حالت بعد کو حاصل ہوتی ہے وہ پہلی حالت کے لئے معد ہوتی ہے اور ان سب معدات کا ایک مرتب سلسلہ ہو جاتا ہے۔ پچھلی کو پہلی پر تقدم نہیں ہوتا اور نفس کی ہیئت میں وہ سب حالتیں مجموعی طور پر جمع ہوتی ہیں اور نفس میں بالفعل ہر ایک معد کا حکم موجود رہتا ہے۔ اگر چہ خارجی امور کی مشغولی کی وجہ سے نفس پر ان کا تفصیلی وجود مخفی ہو جائے البتہ اگر وہ شے ہی فنا ہو جائے جس میں وہ قوت موجود تھی جس سے اعمال کی آمادگی ہوتی تھی جیسے بوڑھا یا مریض تو وہ حالتیں بے شک مفقود ہو جاتی ہیں یا آسمانی جانب سے کوئی ہیئت ہجوم کرے جو ان حالتوں کے انتظام کو بالکل بدل دے جیسے بوڑھے اور مریض میں بدل دیا تھا تب بھی نفس میں سے حالتوں کا ازالہ ہو جاتا ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:

إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ۔ (سورۃ ہود ۱۱: آیت ۱۱۴)

(بے شک اگر تو نے شرک کیا تو تیرے کام نابود ہو جائیں گے۔)

لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ۔ (سورۃ الزمر ۳۹: آیت ۶۵)

(بے شک اگر تو نے شرک کیا تو تیرے کام نابود ہو جائیں گے۔)

اور نفس کا اعمال کو یاد رکھنا اس کے راز کو میں نے اپنے ذوق سے اس طرح پایا ہے کہ عالم مثال میں ہر ایک آدمی کے لئے نظام فوقانی کی بخشش اور عطا سے ایک خاص صورت ظاہر ہوتی ہے میثاق کے قصہ میں جس کا ظہور ہوا، وہ اسی کا شعبہ تھا۔ جب یہ شخص موجود ہوتا ہے تو وہی صورت اس پر منطبق ہو جاتی ہے اور اس کے ساتھ متحد ہو جاتی ہے۔ یہ شخص جب کوئی کام کرتا ہے تو بے اختیار ایک قدرتی بشاشی اس صورت کو اس عمل سے ہوتی ہے۔ اس وجہ سے عالم معاد میں ظاہر ہوتا ہے کہ اعمال آسمانی جانب سے محفوظ رکھے گئے ہیں۔

اعمال ناموں کے پڑھنے کے یہی معنی ہیں اور وہیں یہ بھی اکثر ظاہر ہوتا ہے کہ اعمال نفسانی اعضاء کو چمٹے ہوئے ہیں۔ ہاتھ پاؤں کے گویا ہونے کے یہی معنی ہیں اور یہ امر بھی ہے کہ ہر ایک عمل کی صورت سے اس عمل کے ثمرہ کا اظہار ہوتا ہے جو دنیا اور آخرۃ میں مقرر ہے اور فرشتے کبھی اس عمل کی صورت قرار دینے میں توقف کرتے ہیں تو خدا تعالیٰ فرماتا ہے:

اکتبوالعمل کما ھو۔ اس عمل کو جیسا کا تیسا لکھ لو۔

امام غزالیؒ نے فرمایا ہے کہ عالم کی ابتداء آفرینش سے اخیر تک جو کچھ خدا نے مقدر کیا ہے وہ سب ایک مخلوق الٰہی میں تحریر کیا گیا ہے۔ کبھی اس کو لوح سے تعبیر کرتے ہیں، کبھی کتاب سے اور کبھی امام مبین سے جیسا کہ قرآن میں اس کے نام آئے ہیں۔ پس جو کچھ عالم میں ہو چکا ہے یا ہوتا چلا جاتا ہے، وہ اس میں نوشتہ اور منقوش ہے۔ لیکن اس کے نقوش اس آنکھ سے نظر نہیں آتے ،اور یہ گمان نہ کرنا کہ یہ لوح لکڑی یا لوہے یا ہڈی کی ہے اور وہ کتاب کاغذ یا پتے کی قسم سے ہے۔ بلکہ تم کو قطعاً یہ سمجھنا ہے کہ خدا کی لوح مخلوق کے مشابہ نہیں ہے اور خدا کی کتاب مخلوق کی کتاب کے ہم شکل نہیں ہے۔ خدا کی ذات وصفات بھی تو مخلوق کی ذات وصفات سے مشابہت نہیں رکھتی۔ اگر تم اس کی کوئی مثال چاہتے ہو جس سے بخوبی سمجھ میں آجائے تو معلوم کرلو کہ لوح محفوظ میں امور کا جمنا ایسا ہے جیسا کہ حافظ قرآن کے دماغ اور دل میں قرآن کے حروف اور کلمات منقش ہوتے ہیں۔ وہ اس کے دل ودماغ میں سب ایسے مندرج ہوتے ہیں گویا کہ وہ پڑھتے وقت ان کو دیکھتا ہے اور اگر اس کے دماغ کی تلاشی لو گے تو اس خط کا ایک حرف بھی اس کے دماغ میں نہ پاؤ گے۔ اُسی انداز پر تم کو یہ سمجھنا مناسب ہے کہ تمام مقدرات الٰہی اس لوح کے منقش ہوتے ہیں۔ انتہی اور نفس اکثر اپنے اعمال نیک اور بد کو یاد کرتا رہتا ہے۔ اُن کے جزا وسزا کا متوقع رہتا ہے۔ اس سے اس عمل کے نفس میں جمنے اور قرار پانے کے منجملہ اور وجوہ کے ایک اور وجہ ہو جاتی ہے۔ واللہ اعلم۔

گلستان سعدیؒ

(پہلا باب: بادشاہوں کی عادت کے بیان میں)

(شیخ سعدیؒ)

حکایت ۱۸: تصوف کا راستہ طے کرنے والے کچھ لوگ میرے پاس تھے۔ اُن کی ظاہری حالت نیکی سے آراستہ تھی اور بڑے آدمیوں میں سے ایک شخص کو اس گروہ سے بہت حسنِ ظن تھا۔ اس نے ان کا روزینہ مقرر کر دیا یہاں تک کہ ان میں سے ایک نے ایسی حرکت کر دی جو فقیروں کے شایانِ شان نہ تھی۔ اُس شخص کو بدظنی ہوگئی اور ان کا بازار ٹھنڈا پڑ گیا۔ میں نے چاہا کہ کسی طریقے پر ان دوستوں کا (ضبط شدہ) روزینہ چھڑا لوں۔ میں نے اس کے دربار میں جانے کا ارادہ کیا۔ مجھے دربان نے نہ جانے دیا اور بدتمیزی سے پیش آیا۔ میں نے اس دربان کو معذور سمجھا کیونکہ خوش طبع لوگوں نے کہا ہے:

قطعہ

درِ میر و وزیر و سلطان را بے وسیلت مگرد پیرامن
سگ و دربان چو یافتند غریب ایں گریبانش گیرد آں دامن

(امیر و وزیر اور بادشاہ کے دروازہ کا بغیر کسی وسیلہ کے چکر نہ کاٹ۔ اس لئے کہ کتا اور دربان جب کسی اجنبی کو دیکھتے ہیں تو یہ گریبان پکڑتا ہے اور وہ دامن۔)

یہاں تک کہ ان صاحب کے درباری مقربوں کو میرا علم ہوگیا تو عزت کے ساتھ وہ اندر لے گئے، ایک اونچی جگہ میرے لئے مقرر کی لیکن میں تواضع میں نیچے بیٹھا۔ میں نے کہا:

فرد

بگذار کہ بندۂ کمینم تا در صف بندگاں نشینم

(مجھے رہنے دیجئے میں ایک ادنیٰ غلام ہوں تا کہ غلاموں کی صف میں بیٹھوں۔)

اس نے کہا سبحان اللہ آپ یہ کیا فرما رہے ہیں۔

فرد

گر بر سر و چشم من نشینی نازت بکشم کہ نازنینی

(اگر میری آنکھوں اور سر پر بھی آپ تشریف فرما ہوں گے تو میں آپ کی ناز برداری کروں گا کیونکہ آپ نازنین ہیں۔)

خلاصہ کلام یہ کہ میں بیٹھ گیا اور چاروں طرف سے بات سمیٹ کر لایا۔ یہاں تک کہ دوستوں کی غلطی کی بات آ گئی اور میں نے کہا:

قطعہ

چہ جرم دید خداوندِ سابق الانعام کہ بندہ درنظرِ خویش خوار میدارد

خدائے راست مسلم بزرگواری و حلم کہ جُرم بیند وناں برقرار میدارد

(پہلے سے انعام و اکرام کرتے چلے آنے والے آقا نے کیا خطا دیکھی جو غلام کو اپنی نظر میں ذلیل سمجھتا ہے۔ بڑائی اور بردباری خدا ہی کے لئے مسلم ہے، جو خطا دیکھتا ہے اور روٹی دیتا رہتا ہے۔)

حاکم کو یہ بات پسند آ گئی اور دوستوں کے گزارے کے اسباب کا حکم فرما دیا تا کہ پرانے قاعدہ کے مطابق پھر بندوبست کر دیں اور معطلی کے زمانہ کا خرچ بھی ادا کر دیں۔ میں نے اس کے دربار کا شکریہ ادا کیا اور دربار کی زمین کو بوسہ دیا اور اپنی اس جرأت کی معافی چاہی اور کہا:

قطعہ

چو کعبہ قبلہ حاجت شد از دیار بعید　　روند خلق بدیدارش از بسے فرسنگ
ترا تحملِ امثال ما بباید کرد　　کہ ہیچکس نہ زند بر درخت بے بَر سنگ

(چونکہ کعبہ حاجت کا قبلہ بن گیا ہے اس لئے لوگ دور کے ملکوں سے اس کی زیارت کو بہت سے کوسوں کا فاصلہ طے کر کے جاتے ہیں۔ تجھے ہم جیسوں کی برداشت کرنی چاہئے اس لئے کہ بے پھل کے درخت پر کوئی ڈھیلہ نہیں مارتا ہے۔)

حکایت ۱۹: ایک شہزادہ کو بہت سا خزانہ باپ کے ورثہ میں سے ملا۔ اس نے بخشش کا ہاتھ کھول دیا اور خوب سخاوت کی اور بہت سا مال لشکر اور رعیت پر لٹا دیا:

قطعہ

نیا ساید مشامم از طبلۂ عود　　بر آتش نہ کہ چوں عنبر ببوید
بزرگی بایدت بخشندگی کن　　کہ دانہ تا نیفشانی نروید

(اگر کی لکڑی کے ڈبہ سے دماغ کو آرام نہیں پہنچتا۔ اُس کو آگ پر رکھ تا کہ اس میں سے عنبر کی سی خوشبو پھیلے۔ اگر تجھے بڑائی چاہئے تو بخشش کر کیونکہ جب تک تو دانہ نہ بکھیرے گا وہ نہ اُگے گا۔)

ایک بے تدبیر ہم نشین نے اُس کو نصیحت کرنا شروع کر دی کہ پہلے بادشاہوں نے یہ دولت کوشش سے جمع کی ہے اور کسی ضرورت کے لئے رکھی ہے، اس طرح کی حرکتوں سے ہاتھ روک لے اس لئے کہ بہت سے واقعات پیش آنے والے ہیں اور دشمن پیچھے لگے ہیں، ایسا نہ ہو کہ ضرورت کے وقت آپ عاجز ہوں۔

قطعہ

اگر گنجے کنی بر عامیاں بخش رسد ہر کد خدائے را برنجے

چرانستانی از ہریک جوے سیم کہ گرد آید ترا ہر روز گنجے

(اگرتو عام لوگوں کوایک خزانہ بخشے تو ہر گھر والے کوایک چاول بھر ملے گا۔کیوں ہر ایک سے ایک جوچاندی وصول نہیں کرتا تا کہ تیرے پاس ہرروزایک خزانہ جمع ہو جائے۔)

شہزادے نے اس بات سے منہ پھیرلیا اور یہ بات اُس کی طبعیت کے موافق نہ آئی اوراُس کوجھڑک دیااور کہااللہ تعالٰی نے مجھےاس حکومت کا مالک بنایا ہے تا کہ میں کھاؤں اور بخشوں، نہ چوکیدار کہ حفاظت کرتا رہوں۔

بیت

قاروں ہلاک شد کہ چہلخانہ گنج داشت نوشیرواں نمرد کہ نامِ نکو گذاشت

(جوقارون کہ چالیس خزانے رکھتا تھا، ہلاک ہوگیا لیکن نوشیرواں نہیں مرا کیونکہ اُس نے ذکرخیر باقی چھوڑا ہے۔)

حکایت ۲۰: بیان کیا جاتا ہے کہ منصف نوشیرواں کے لئے ایک شکارگاہ میں ایک شکار کے کباب تیار کررہے تھےاورنمک نہ تھا۔انہوں نے ایک نوکر گاؤں کوروانہ کیا تا کہ نمک لے آئے،نوشیرواں نے حکم دیا:دام دے کرلانا،کہیں یہ رسم نہ پڑ جائے اورگاؤں تباہ نہ ہوجائے لوگوں نے کہا:اتنے سےنمک سے کیانقصان پیدا ہوگا؟اس نے کہا:ظلم کی بنیاد دنیا میں پہلے تھوڑی ہی سی تھی پھر جوبھی آیا اُس نے اس میں اضافہ کیا یہاں تک کہ اس درجہ کو پہنچ گیا۔

قطعہ

اگر زباغِ رعیت ملک خورد سیبے ‌ ‌ ‌ ‌ بر آورند غلامان او درخت از بیخ
بہ پنج بیضہ کہ سلطان ستم روا دارد ‌ ‌ ‌ ‌ زنند لشکر یانش ہزار مرغ بہ سیخ

(اگر بادشاہ رعایا کے باغ میں سے ایک سیب کھائے تو اُس کے نوکر جڑ سے درخت ہی اکھاڑ ڈالیں گے۔اگر بادشاہ پانچ انڈے کا ظلم جائز سمجھے تو اس کے سپاہی ہزار مرغ کو سیخ پر چڑھادیں گے۔)

حکایت ۲۱: ایک حاکم کے بارے میں میں نے سنا کہ رعایا کے گھروں کو تباہ کرتا تا کہ بادشاہ کے خزانہ کو بھرے۔عقلمندوں کے قول سے بے خبر کہ انہوں نے کہا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کو رنجیدہ کرے تا کہ مخلوق کو راضی کرے تو اللہ تعالیٰ اُسی مخلوق کو اُس پر مسلط کر دیتا ہے تا کہ وہ اس کو تباہ کر دے۔

بیت

آتشِ سوزاں نہ کند با سپند ‌ ‌ ‌ ‌ انچہ کند دُودِ دل مستمند

(جلتی ہوئی آگ کالے دانے کے ساتھ وہ نہیں کرتی جو کسی دل جلے کا دل دھواں کرتا ہے۔)

لوگ کہتے ہیں کہ شیر تمام حیوانات کا سردار ہے اور گدھا تمام جانوروں میں ذلیل ترین،اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ مردم خور شیر سے بوجھ اُٹھانے والا گدھا بہتر ہے۔

مثنوی

مسکین خرا گرچہ بے تمیز ست ‌ ‌ ‌ ‌ چوں با رہی بر د عزیز ست
گاوان و خرانِ بار بردار ‌ ‌ ‌ ‌ بہ ز آدمیان مردم آزاد

(بے چارہ گدھا اگر چہ بے تمیز ہے چونکہ بوجھ اُٹھاتا ہے لہذا پیارا ہے۔ بوجھ اُٹھانے والے گدھے اور بیل آدمیوں کو ستانے والے انسانوں سے بہتر ہیں۔)

ہم اُس غافل وزیر کے قصہ کی طرف پھر آتے ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ بادشاہ کو اس کے تھوڑے سے برے اخلاق کسی قرینہ سے معلوم ہو گئے۔ اُس کو شکنجہ میں کھینچ دیا اور طرح طرح کی سزا دے کر مار ڈالا۔

قطعہ

حاصل نشود رضائے سلطاں　　　تا خاطرِ بندگاں نہ جوئی
خواہی کہ خدای بر تو بخشد　　　با خلق خدای کن نکوئی

(بادشاہ کی رضامندی اس وقت تک حاصل نہیں ہوگی جب تک تو بندگانِ خدا کی دل جوئی نہ کرے۔ اگر تو چاہتا ہے کہ خدا تجھ پر مہربان ہوتو تو اللہ کی مخلوق سے بھلائی کر۔)

لوگوں نے بیان کیا کہ مظلوموں میں سے کوئی اُس کے پاس سے گزرا اور اس کے تباہ حال کو غور سے دیکھا اور کہا:

قطعہ

نہ ہر کہ قوتِ بازوئے منصبے دارد　　　بسلطنت بخورد مالِ مردماں بگزاف
توان بحلق فروبرد استخوانِ درشت　　　ولے شکم بدرد چوں بگیرد اندر ناف

(یہ نہیں ہوسکتا کہ جو کسی عہدے کی وجہ سے بازو میں قوت رکھتا ہوتو طاقت کے بل پر خواہ مخواہ لوگوں کا مال کھا جائے۔ سخت ہڈی کو گلے سے اتارا جا سکتا ہے لیکن جب وہ ناف میں پہنچے گی تو پیٹ پھاڑ ڈالے گی۔)

بیت

نماند ستمگارِ بد روزگار　　　بماند بر و لعنت پائیدار

(بداطوار ظالم نہیں رہتا لیکن اُس پر مستقل لعنت باقی رہتی ہے۔)

حکایت۲۲: ایک مردم آزاد کا قصہ بیان کرتے ہیں کہ اس نے ایک پتھر ایک نیک آدمی کے سر پر مارا۔ اُس فقیر میں بدلہ لینے کی طاقت نہ تھی، وہ پتھر کو محفوظ رکھتا رہا اُس وقت تک کہ بادشاہ کو اُس سپاہی پر غصہ آیا اور اُس کو کنویں میں قید کر دیا۔ فقیر اس جگہ پہنچا اور اس سپاہی کے سر پر پتھر مارا۔ اُس نے کہا: تو کون ہے؟ اور تو نے پتھر کیوں مارا ہے؟ اس نے کہا: میں فلاں ہوں اور یہ وہی پتھر ہے جو فلاں تاریخ کو تو نے میرے سر پر مارا تھا۔ اس نے کہا: تو اتنے زمانہ تک کہاں تھا؟ فقیر بولا: میں تیرے عہدہ سے ڈرتا تھا۔ اب جبکہ میں نے تجھے کنویں میں قید دیکھا تو موقع مناسب سمجھا۔

مثنوی

نا سزائے را کہ بینی بختیار — عاقلاں تسلیم کردند اختیار
چوں نداری ناخنِ درندہ تیز — باہداں آں بہ کہ کم گیری ستیز
ہر کہ بافولاد بازو پنجہ کرد — ساعد سیمین خود را رنجہ کرد
باش تا دستش ببندد روزگار — پس بکام دوستاں مغزش برآر

(جب تو کسی نالائق کو نصیبہ ور دیکھے (تو چپ رہ اس لئے کہ) عقلمندوں نے ایسے موقع پر تابعداری اختیار کر لی ہے۔ جب تو پھاڑنے والے تیز ناخن نہیں رکھتا تو بہتر ہے کہ بُروں سے لڑائی نہ مول لے۔ جس نے فولادی بازو والے سے پنجہ لڑایا اس نے اپنے چاندی کے سے نازک پہونچے کو ستایا۔ اُس وقت تک ٹھہر جب تک زمانہ اُس کے ہاتھ باندھے، پھر دوستوں کے اقبال سے اس کا بھیجا نکال دے۔)

عظمتِ مصطفیٰ ﷺ کا ظہورِ کامل، کب اور کیسے؟

(ڈاکٹر اسرار احمد)

۱ حضور ﷺ کی عظمت کا آخری اور کامل ظہور ابھی باقی ہے۔ قرآن مجید میں تین جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

ترجمہ: ''وہی (اللہ) ہے جس نے بھیجا اپنے رسول (محمد ﷺ) کو الہدیٰ (یعنی قرآن حکیم) اور دین حق دے کر تا کہ غالب کرے اس (دین حق) کو پورے کے پورے نظامِ زندگی پر۔''

اس موضوع پر میری کتاب ''نبی اکرم ﷺ کا مقصدِ بعثت'' میں اس آیت مبارک پر ۲۴ صفحات پر مشتمل مقالہ شامل ہے۔ مذکورہ بالا آیت کی رو سے بعثتِ محمدی ﷺ کا مقصد غلبہ دین ہے، جبکہ بعثتِ محمدی ﷺ تمام نوعِ انسانی کے لئے ہے۔ یہ مضمون قرآن مجید میں مختلف الفاظ میں پانچ مرتبہ آیا ہے، لیکن اس ضمن میں اہم ترین آیت یہ ہے کہ:

ترجمہ ''اور ہم نے نہیں بھیجا ہے آپ کو (اے محمد ﷺ) مگر پوری نوعِ انسانی کے لئے بشیر اور نذیر بنا کر......''

اس صُغریٰ کُبریٰ کو جوڑ لیجیے تو نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بعثتِ محمدی اعلیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا مقصد بتمام و کمال صرف اس وقت پورا ہوگا جب کہ کُل روئے ارضی پر اور پورے عالمِ انسانیت پر اللہ کا دین غالب ہوگا۔

وقتِ فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے

نورِ توحید کا اتمام ابھی باقی ہے

احادیثِ نبوی ﷺ میں قیامت سے قبل عالمی غلبہ اسلام کی صریح پیشین گوئی موجود ہے۔ محمد رسول اللہ ﷺ نے خبر دی ہے کہ قیامت سے قبل کل روئے ارضی پر

نظام خلافت علیٰ منہاج النبوۃ قائم ہوگا۔ ہمیں یقین ہے کہ وہ دور لازماً آئے گا اور اُس وقت اصل میں رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا مقصد بتمام وکمال پورا ہوگا۔ آج سے چودہ سو سال پہلے خلافت راشدہ کے دور میں اسلامی افواج نے جس طرح تین اطراف میں پیش قدمی کی تھی اس وقت اسلام کا عالمی غلبہ زیادہ دور نظر نہیں آ رہا تھا۔ شمال کی طرف جانے والی افواج نے ایشیائے کوچک میں جا کر دم لیا تھا اور مشرق و مغرب میں اس تیزی سے فتوحات ہو رہی تھیں کہ ''رُکتا نہ تھا کسی سے سیلِ رواں ہمارا!'' کوئی طاقت ایسی نہیں تھی جو اس سیل رواں کو روک سکے، لیکن اُس وقت اسلامی انقلاب کو اندرونی طور پر سبوتاژ کیا گیا۔ عبداللہ بن سباء نامی ایک یہودی نے اسلام کا لبادہ اوڑھا اور اندرونی طور پر انتشار و خلفشار پیدا کر کے مسلمان کو مسلمان سے لڑا دیا۔ اسی خلفشار کے نتیجے میں حضرت عثمانؓ کی شہادت کا سانحہ پیش آیا اور اس کے بعد چار برس تک مسلمانوں میں خانہ جنگی ہوتی رہی جس میں ایک لاکھ مسلمان ایک دوسرے کی تلواروں اور نیزوں سے قتل ہو گئے۔ اسلامی فتوحات کا سلسلہ نہ صرف رک گیا بلکہ رجعت قہقری کا شکار ہو گیا۔ لیکن اسلام کے عالمی غلبے کا یہ کام ہونا ہے جس کی خبر محمد رسول اللہ ﷺ نے دی تھی۔ اور قرائن بتا رہے ہیں کہ وہ وقت اب دُور نہیں ہے۔ ہمارے شاعر مشرق حکیم الامت علامہ اقبال جو بڑے دور اندیش (visionary) تھے، جن کا اپنا دعویٰ ہے کہ ''گاہ مری نگاہ تیز چیر گئی دلِ وجود'' انہوں نے دل وجود کو چیر کر دیکھ لینے والی نگاہ سے مستقبل کے پردوں کو چیر کر دیکھا ہے کہ کیا کچھ ہونے والا ہے۔ کیا کیف ہوگا جبکہ جامع مسجد قرطبہ کے باہر بہنے والے دریا کے کنارے علامہ نے اپنا یہ وجدان پیش کیا۔

آبِ روانِ کبیر تیرے کنارے کوئی
دیکھ رہا ہے کسی اور زمانے کا خواب
عالمِ نو ہے ابھی پردۂ تقدیر میں
میری نگاہوں میں ہے اس کی سحر بے حجاب

پردہ اٹھا دوں اگر چہرۂ افکار سے
لا نہ سکے گا فرنگ میری نواؤں کی تاب !

علامہ اقبال مزید فرماتے ہیں۔

آسماں ہو گا سحر کے نور سے آئینہ پوش
اور ظلمت رات کی سیماب پا ہو جائے گی !
پھر دلوں کو یاد آجائے گا پیغامِ سجود
پھر جبیں خاکِ حرم سے آشنا ہو جائے گی !
آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آ سکتا نہیں
محوِ حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی!
شب گریزاں ہو گی آخر جلوۂ خورشید سے !
یہ چمن معمور ہو گا نغمۂ توحید سے !!

پس یہ دور تو آکر رہے گا' لیکن یاد رکھیے کہ یہ اب بھی اسی طرح آئے گا جیسے ﴿ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ﴾ کی محنت اور قربانیوں سے آیا تھا۔ وہ لوگ سراسر محروم رہ گئے جو اُس دور میں موجود تھے اور پھر بھی انہوں نے اس جدوجہد میں حصہ نہ لیا۔ وہ کفر کے دامن سے وابستہ رہے یا انہوں نے نفاق کا لبادہ اوڑھ لیا۔ وہ لوگ انتہائی بد بخت اور محروم تھے جنہوں نے محمد رسول اللہ ﷺ کا دورِ سعادت پایا لیکن آپ ﷺ کے دست و بازو نہ بنے۔ ان کے لئے روحانی ترفع' مقاماتِ بلند اور جنت کے اعلیٰ درجات حاصل کرنے کے کس قدر مواقع تھے' لیکن وہ لوگ محروم رہ گئے۔ اور جنہوں نے: ﴿ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ ﴾ (الفتح : ۲۹) والی روش اختیار کی وہ کامیاب ہو گئے۔ ترجمہ آیت: ''اللہ

کے رسول محمد ﷺ اور وہ لوگ جو ان کے ساتھ ہیں کفار پر بہت سخت اور آپس میں رحیم ہیں"۔

اور جنہوں نے کامیاب تجارت کا راستہ اختیار کیا وہ سرخرو ہو گئے، جس کے بارے میں قرآن حکیم میں فرمایا گیا:

ترجمہ: "اے لوگو جو ایمان لائے ہو! میں تمہاری راہنمائی کروں ایسی تجارت کی طرف جو تمہیں دردناک عذاب سے بچا دے؟ ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر اور جہاد کرو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے۔"

یہ سورۂ مبارکہ ان الفاظ پر ختم ہوتی ہے:

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کے مددگار بنو!"

اس کے بعد الفاظ آتے ہیں: ترجمہ: "کون ہیں میرے مددگار اللہ کے راستے میں؟"

تو جان لیجیے کہ اسلام کا عالمی انقلاب پکار رہا ہے اور "مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَی اللہِ" کی آواز ہم اپنے روحانی کانوں سے سن سکتے ہیں۔ علامہ اقبال نے حق و باطل کی آویزش کے بارے میں کہا تھا:

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی!

حق و باطل کی جنگ ختم نہیں ہوئی، بلکہ ایک نئی شان اور ایک نئی ہیبت کے ساتھ آنے والی ہے۔ بقول علامہ اقبال۔

دنیا کو ہے پھر معرکہ روح و بدن پیش
تہذیب نے پھر اپنے درندوں کو ابھارا!
اللہ کو پامردیٔ مومن پہ بھروسہ
ابلیس کو یورپ کی مشینوں کا سہارا!

قرآن کے الفاظ میں ’’بَأْسٌ شَدِیْدٌ ‘‘اور حدیث نبویؐ کے الفاظ میں ’’اَلْمَلْحَمَۃُ الْعُظْمٰی ‘‘عنقریب آنے والی ہے یہ زیادہ دور نہیں ہے۔اس معرکہ حق وباطل کے لئے ’’کُوْنُوْا اَنْصَارَ اللّٰہِ ‘‘کی پکار سنائی دے رہی ہے۔غزوۂ حنین میں رسول اللہ ﷺ نے پکارا تھا:

ترجمہ:’’میری طرف آؤ اے اللہ کے بندو! کہاں جانے والے ہو؟ اے بدر میں ساتھ دینے والو اور حدیبیہ میں بیعت علی الموت کرنے والو! میری طرف آؤ!!

آج بھی یہ پکار بالفعل موجود ہے۔کون ہے جو اس پکار پر لبیک کہے؟ جو اپنا تن من دھن اس کے لئے وقف کرنے کو تیار ہو؟ یہ ہے محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہمارا عملی تعلق۔ یہ حُبِ رسول کا تقاضا ہے کہ آپ ﷺ کے مشن کی تکمیل کے لیے تن من دھن ایک کر دیا جائے حُبِ رسولؐ کے تقاضے کو ابو بکر صدیقؓ نے سمجھا تھا جنہوں نے اپنا سب کچھ نثار کر دیا۔ ایک وقت میں گھر میں جھاڑو پھیر کر سارا مال حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا' اور جب ان سے اس کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا تھا کہ گھر میں اللہ اور اس کے رسول کا نام چھوڑ آیا ہوں! اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت کرنے والے تو وہ تھے۔محفلیں منعقد کر لینا' کھڑے ہو کر سلام پڑھ لینا یا جلوس نکال لینا حُبِ رسول نہیں ہے! حُبِ رسول تو یہ ہے کہ خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے قیام کی جدوجہد میں جان' مال اور وقت کھپا دیا جائے۔اس ضمن میں آپ میرے دو کتابچے ’’حُبِ رسولؐ اور اس کے تقاضے‘‘ اور ’’نبی اکرم ﷺ سے ہمارے تعلق کی بنیادیں‘‘ کا مطالعہ کیجیے' ان میں ایک پورا پیغام عمل اور دعوتِ عمل موجود ہے۔

اسلام کا عالمی غلبہ اور نظامِ خلافت کا قیام ایک شدنی امر اور ایک اٹل حقیقت ہے' اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ہاں فرق صرف اس میں واقع ہو گا کہ کون درجاتِ عالیہ کے حصول کے سنہری موقع سے فائدہ اٹھاتا ہے اور کون اپنے آپ کو محرومین کی فہرست

میں رکھتا ہے۔اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اس کی توفیق دے کہ ہم اس کشا کش خیر وشر اور روح وبدن کے درمیان جو معرکہ درپیش ہے‘اس کا پھر ایک Climax جو آنے والا ہے‘اس میں حق کے سپاہی اور اللہ کے دین کے خادم بن کر قرآن حکیم کے ان الفاظ کی عملی تصویر بن جائیں:

ترجمہ:’’بے شک میری نماز‘میری قربانی‘میرا جینا اور میرا مرنا اللہ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔‘‘

اس کے لیے عزمِ مصمم اور فیصلہ کریں کہ ہمیں اسی جدوجہد میں اپنے آپ کو ہمہ تن جھونک دینا ہے۔

دعائے مغفرت

لاہور سے شیخ محمد اسلم صاحب کے تایا زاد بھائی

اور شیخ محمد اسلم صاحب کی اہلیہ کی ممانی

چوک اعظم سے بھائی پروفیسر شبیر شاہد کی خوشدامن

نوشہرہ ورکاں سے ماسٹر شاہد صاحب کی اہلیہ

چوک اعظم سے شہباز بھائی کے چچا زاد بھائی امان اللہ خان

مانسہرہ سے نوید احمد کی والدہ

بقضائے الٰہی وفات پاگئے ہیں (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّـا اِلَیْہِ رَاجِعونَ)

مرحوم کی مغفرت اور بلندی درجات کیلئے دعا فرمائیں۔

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی شہرہ آفاق تصانیف

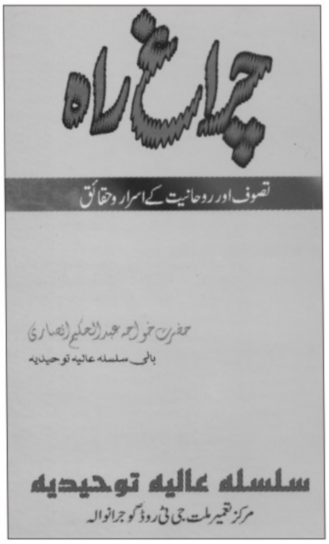

کتاب ہذا بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے خطبات پر مشتمل ہے۔ جو آپ نے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے اسمیں درج ذیل خصوصی مسائل پر روشنی ڈالی گئی۔ سلوک وتصوف میں ذاتی تجربات، مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور کا حال۔ زوال اُمت میں اُمراء ،علماء، صوفیاء کا کردار۔ علماء اور صوفیاء کے طریق اصلاح کا فرق۔ تصوف خفتہ اور بیدار کے اثرات اور تصوّف کے انسانی زندگی پر اثرات۔ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی۔

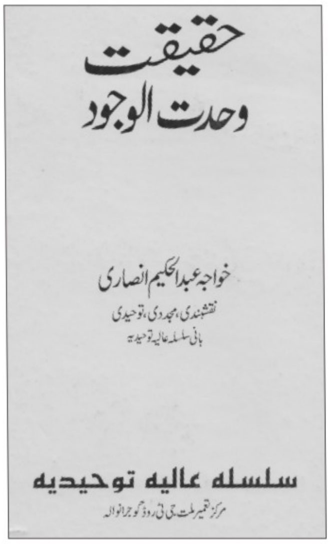

وحدت الوجود کے موضوع پر یہ مختصر سی کتاب نہایت ہی اہم دستاویز ہے۔ مصنّفؒ نے وحدت الوجود کی کیفیت اور روحانی مشاہدات کو عام فہم دلائل کی روشنی میں آسان زبان میں بیان کردیا ہے۔ آپ نے جن دیگر موضوعات پر روشنی ڈالی ہے وہ یہ ہیں: ۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کا نظریہ وحدت الشہود، انسان کی بقاء اور ترقی کیلئے دین کی اہمیت اور ناگزیریت، بنیادی سوال جس نے نظریۂ وحدت الوجود کو جنم دیا اور روحانی سلوک کے دوران بزرگان عظّام کو ہوجانے والی غلط فہمیاں۔

سلسلہ توحیدیہ کی مطبوعات

قرونِ اولیٰ میں مسلمانوں کی بے مثال ترقی اور موجودہ دور میں زوال وانحطاط کی وجوہات، اسلامی تصوف کیا ہے؟ سلوک طے کرنے کا عملی طریقہ، سلوک کا ماحصل اور سلوک کے ادوار، ایمان محکم کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ عالم روحانی کی تشریح، جنت، دوزخ کا محل وقوع اور ان کے طبقات کی تعداد، انسانی روح کی حقیقت کیا ہے؟ روح کا دنیا میں آنا اور واپسی کا سفر، اسلامی عبادات، معاملات، اور اخلاق و آداب کے اسرار و رموز اور نفسیاتی اثرات، امت مسلمہ کے لئے اپنے کھوئے ہوئے مقام کے حصول کیلئے واضح لائحہ عمل۔

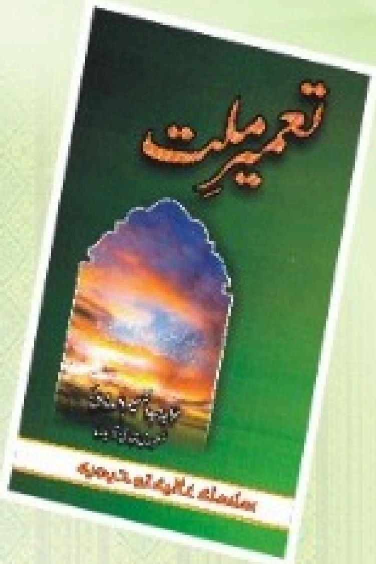

یہ کتاب سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا آئین ہے۔ اس میں سلسلے کی تنظیم اور عملی سلوک کے طریقے تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ جو لوگ سلسلہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں انہیں یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہئے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے تصوف کی تاریخ میں پہلی مرتبہ فقیری کا مکمل نصاب اس چھوٹی سی کتاب میں قلم بند کر دیا ہے۔ اس میں وہ تمام اوراد و اذکار اور اعمال و اشغال تفصیل کے ساتھ تحریر کر دیئے ہیں جس پر عمل کر کے ایک سالک اللہ تعالیٰ کی محبت، حضوری، لقاء اور معرفت حاصل کر سکتا ہے۔

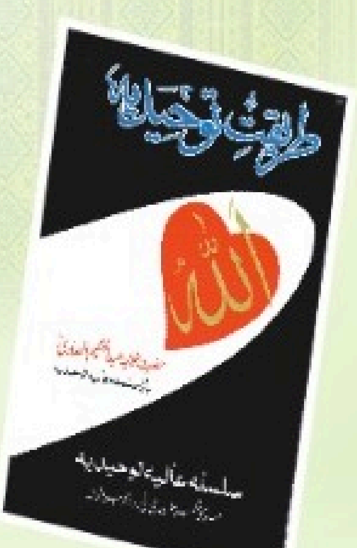

Reg: CPL - 01

Website www.tauheediyah.com